Regd. No. P. 61

ہفت روزہ
بدر قادیان
جلد ۲۰ — شمارہ ۲۶
The Weekly Badr Qadian

ایڈیٹر محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر خورشید احمد

شرح چندہ
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
بیرونی ممالک ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ پیسے

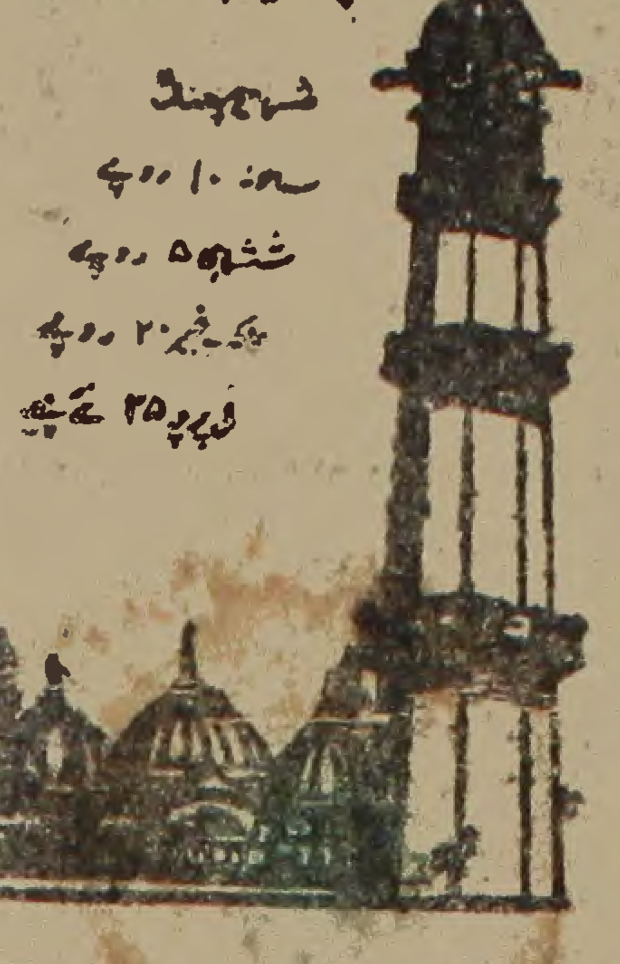

اخبارِ احمدیہ

قادیان ۲۹ ر احسان (جون)۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق بذریعہ ڈاک آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور ۲۰ ر احسان کو ربوہ سے اسلام آباد تشریف لے گئے۔ ۲۲ ر احسان کی اطلاع ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اسلام آباد سے مری ہلز تشریف لے گئے۔ حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے الحمد للہ۔ احباب التزام سے دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ حضور انور کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین۔

قادیان ۲۹ ر احسان۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں الحمد للہ۔

★ کل ساڑھے پانچ بجے بعد عصر پنجاب کے مختلف کالجوں کے ۲۶ پروفیسر صاحبان احمدیہ محلہ تشریف لائے نظارت امور عامہ و دعوت و تبلیغ کے زیر اہتمام آنیوالے معزز مہمانوں کو پہلے مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ و منارۃ المسیح اور مقبرہ بہشتی کی زیارت کرائی گئی۔ بعدہٗ مہمان خانہ میں مٹھائی اور چائے سے تواضع کی گئی آخر میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ایک کمرہ میں مختصر سا جلسہ ہوا جس میں محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے جماعت کے مخصوص نظریات اور اسلام سے متعارف کرایا۔ اس کے بعد سکھ نیشنل کالج کے پرنسپل صاحب اور دو مہمان نمائندوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور جماعت کی تواضع اور اعلیٰ تعلیمات سے غیر معمولی طور پر متاثر ہونیکا اظہار کیا۔ آٹھ بجے کے قریب یہ پُر لطف مجلس اختتام پذیر ہوئی جس کے

۷ ر جمادی الاول ۱۳۹۱ھ — یکم وفاء ۱۳۵۰ ہش — یکم جولائی ۱۹۷۱ء

خوشیوں سے معمور بابرکت زندگی

(محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے ربوہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں :۔

"اگر انسان ساری دنیا کا بھی مالک ہوجائے اور اس قدر وسعتِ معاش حاصل ہو کہ تمام سامانِ عیش کے جو دنیا میں ایک شہنشاہ کے لئے ممکن ہیں وہ سب عیش اُسے حاصل ہوں پھر بھی وہ عیش نہیں بلکہ ایک قسم عذاب کی ہے جس کی تلخیاں کبھی ساتھ ساتھ اور کبھی بعد میں کھلتی ہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

پس دنیوی سامانِ عیش حقیقی مسرّت اور اطمینان و سکون کے باعث نہیں ہوتے بلکہ اپنے جلو میں اور زیادہ تلخیاں لئے ہوتے ہیں جو انسان کی بے چینی میں اور زیادہ اضافہ کی باعث بنتی ہیں۔

ہموم و غموم اور تفکرات سے نجات کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائے۔ جو سب قدرتوں کا مالک ہے۔ اس کی محبت بھری آغوش میں پناہ لے جہاں ہم و غم کو دخل نہیں۔ جہاں اطمینان و سکون کی بیش بہا دولت پنہاں ہے۔ مشکلات آتی ہیں، تو وہ اللہ کی آغوش میں پناہ لیتے ہوئے اسی سے ان کو دُور کرنے کی التجا کرتا ہے۔ تلخیاں آتی ہیں تو انہیں خدا کے سپرد کرتے ہوئے اس کی یاد میں محو ہو کر بھول جاتا ہے۔ مشکلات، سختیاں اور تلخیاں اس پر اثر کئے بغیر خدا کے فضل سے یوں گزر جاتی ہیں جیسے کبھی آئی ہی نہ ہوں۔ آگ اس کے لئے گلزار بن جاتی ہے اور مصائب سامانِ راحت۔ اس کا دِل مطمئن ہوتا ہے۔ وہ ان مشکلات سے گھبرائے تو کیوں، اور بے چین ہو تو کس لئے؟ اس کا خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے جو ہر مشکل کو دور کر دیتا ہے۔ خدا تعالےٰ کی محبّت کے بے شمار جلوے دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ اور دل حمد کے گیت گا رہا ہوتا ہے۔ ہموم و غموم اسے بے قرار نہیں کرسکتے اس کا دِل اس یقین سے پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں سے اس کے مصائب و مشکلات کو دور کر دے گا اور پیار و محبّت کے حسین جلوے دکھائے گا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا الہام ہے :۔

"آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔"

(تذکرہ طبع سوم صفحہ ۳۹۷)

اللہ تعالیٰ کی آغوشِ محبت میں پناہ لینے والا ایک بندۂ مومن کبھی اکیلا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالےٰ کی مدد و نصرت اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور وہ خود اس کا حامی و ناصر۔ ہموم و غموم اس پر یلغار کرتے ہیں تو وہ خود آگے بڑھ کر ان کو روکتا ہے۔ مشکلات و مصائب ہجوم کرکے آتے ہیں تو وہ خود سینہ سپر ہوجاتا ہے۔ اور اپنے بندہ کو ان سے بچا لیتا ہے۔ تلخیاں آتی ہیں تو اللہ تعالےٰ خود انہیں دور کر دیتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ میں اکیلا ہوں مگر میں پھر بھی اکیلا نہیں۔ وہ مولائے کریم میرے ساتھ ہے اور کوئی اس سے بڑھ کر مجھ سے قریب تر نہیں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

اور مولائے کریم جس کے ساتھ ہو اسے مشکلات و مصائب اور ہموم و غموم بے چین نہیں کر سکتے۔ ایک بچّہ اپنی ماں کی آغوش میں سکون اور وہ راحت محسوس نہیں کرتا جو ایک بندۂ خدا اپنے رب کی پناہ میں مشاہدہ کرتا ہے۔

وذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم

مگر اس پناہ، حفاظت، امان اور ڈھال کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک انسان اپنا سب کچھ خدا کے سپرد کر دے اور اسی کے لئے وقف ہو جائے۔ تن مُردہ کی طرح اس کے آستانہ پر گر جائے اور اسی کا ہو جائے۔ ایک بچّہ جب گھبراہٹ کے عالم میں ہوتا ہے تو فوراً ماں کی آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ باپ کا دامن تھام لیتا ہے۔ خود مدافعت یا مقابلہ نہیں کرتا۔ اسی طرح ایک بندۂ مومن مشکلات و مصائب، آفات اور ابتلاؤں کے وقت خود مدافعت یا مقابلہ نہیں کرتا۔ اس سے بچنے کی تدابیر نہیں سوچتا۔ فوراً اپنے رب کی محبت بھری آغوش میں پناہ لیتا اور اسی سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے ؎

نہاں ہم ہو گئے ذاتِ نہاں میں

پس خدا تعالیٰ ہی اس کا حافظ و ناصر ہوتا ہے جس کے رحم و کرم کے بغیر لاخوف علیھم و لا ھم یحزنون کی کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ بندۂ مومن ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی راہوں کو تلاش کرتا چلا جائے۔ اس کی ناراضگی سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتا چلا جائے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل نہ ہو تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بچ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے نفس پر موت وارد کرلے اور اسی کا ہو جائے۔ لفظاً نہیں عملاً۔ اور جو شخص خدا کا ہو جاتا ہے وہ اپنے اوقات اپنے اموال، اپنی عزتیں اپنی اولاد اور اپنی توجہات تمام تر خدا کے لئے وقف کر دیتا ہے۔ اور خدمتِ دین میں شب و روز مصروف رہتا ہے۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"چاہتا ہوں کہ میری ساری زندگی اسی خدمت میں صرف ہو اور درحقیقت خوش اور مبارک زندگی وہی زندگی ہے جو الٰہی دین کی خدمت اور اشاعت میں بسر ہو۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

نیز حضورؑ فرماتے ہیں :۔

"اسی کے فضل سے مجھ کو یہ عاشقانہ روح ملی ہے کہ دکھ اٹھا کر بھی اس کے دین کیلئے خدمت بجالاؤں۔ اور اسلامی مہمات کو بشوق و صدق تمام تر انجام دوں۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام)

پس ہمارے لئے مشکلات و مصائب اور آفات و بلایا کے شر سے محفوظ رہنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرکے اطمینان و سکون والی جنت کی کامیاب و کامران زندگی حاصل کرنے کا طریق یہ ہے کہ ہم میں سے ہر فرد بشاشتِ قلب کے ساتھ خدا کے لئے اپنا سب کچھ وقف کرکے خدا کا ہو جائے اور اسی کی پناہ میں آجائے۔ اور ہر آن اسی سے مدد و نصرت اور رحم و کرم کا طالب ہو۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"خدا تعالےٰ کے ... کون ہیں؟ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے، اللہ تعالیٰ ہی کی راہ میں وقف کر دیتے ہیں۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۹۰)

نیز حضور ارشاد فرماتے ہیں :۔

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ یکم وفا ۱۳۵۰ ہش

حقوق و فرائض کے دائرے ــــ اور ــــ اسلام

گزشتہ دنوں ہفتہ قرآن مجید کے سلسلہ میں ایک تقریر میاں بیوی کے حقوق کے عنوان سے بھی ہوئی تھی۔ قرآن کریم میں اس موضوع پر کافی تفصیلی احکام موجود ہیں۔ حق جس کی جمع حقوق ہے کے الفاظ سُنتے ہی ہر طبقہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور بات بھی صحیح ہے کہ جہاں سے کچھ حاصل ہونا یا ملنا ہو، انسان اس کی طرف طبعاً زیادہ ہی راغب ہوتا ہے۔ لیکن متوازن طبائع کے سوا اکثر لوگ اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں کہ کسی بھی حق کا وجود دراصل نتیجہ ہوتا ہے کسی فرض کے کماحقہٗ ادا ہو جانے کا۔ مثلاً آپ ایک معمار سے ایک دیوار بنوانے کی بات چیت طے کرتے ہیں۔ اب آپ کے منشاء کے مطابق دیوار بنانا معمار کا فرض ہے۔ اور مقررہ اُجرت اس کا حق بنتا ہے۔ لیکن جب تک معمار اپنا فرض تسلی بخش طور پر ادا نہیں کرتا اُسے مقررہ حق کا حق دار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ باہمی توازن کو قائم رکھنے کے لئے دونوں پلڑوں کا برابر ہونا ضروری ہوتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق کے سلسلہ میں سورۃ بقرہ کی مشہور و معروف آیتِ کریمہ

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (آیت ۲۲۹)

میں بڑے ہی لطیف پیرایہ میں حقوق کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ جس طرح عورتوں پر کچھ ذمہ داریاں ہیں اسی طرح انہیں معروف رنگ کے حقوق بھی حاصل ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ جہاں مستورات کے حقوق کو تسلیم کیا گیا ہے تو ساتھ ہی عقل و خردمندی کے تقاضا سے اُنہیں اپنی مخصوص ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ اس طرح بتایا کہ فرائض کی ادائیگی کے نتیجہ میں ہی حقوق واجب ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی حقوق مانگنے کے لئے تو پیش پیش ہو لیکن فرائض کے پورا کرنے میں پس و پیش کرنے والا ہو۔ کوئی عقلمند بھی اس کے ایسے مطالبہ کو جائز اور واجبی قرار نہیں دے سکتا۔

حقوق کے ساتھ فرائض کی ادائیگی کا یہ لزوم صرف میاں بیوی کے باہمی تعلقات ہی کے لئے بہترین اصول نہیں بلکہ وسیع تر دائرے کے اعتبار سے انسانی معاشرہ کے سبھی شعبہ جات کی جان اور ہر طبقہ میں اعتدال اور توازن کے قیام کے لئے اصل الاصول ہے۔ آج کارخانہ دار اور مزدور۔ حاکم و محکوم۔ مالک اور ملازم۔ میں جو طبقاتی کشمکش نظر آتی ہے اور جو بسا اوقات نہایت درجہ نازک صورتِ حال بھی پیدا کر دیتی ہے اس کشمکش کا اصل باعث بھی حقوق و فرائض کے اندر عدمِ توازن ہی ہے۔ آج کے زمانہ میں ہر طبقہ کے سر پر حق طلبی کا ایسا بھوت سوار ہے کہ وہ سرے سے اس حقیقت کو بھول جاتا ہے کہ اس حق طلبی کے پیچھے کسی طرح کے فرائض کی ادائیگی بھی اس پر لازم آتی ہے۔ سچی بات تو یہی ہے کہ جب تک حقوق و فرائض کے حدود کو اعتدال اور توازن کے ساتھ پورا نہ کیا جائے گا ممکن ہی نہیں کہ دنیا کو موجودہ طبقاتی کشمکش سے نجات مل جائے۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ دنیا کو درپیش صدہا مسائل کی طرح اس اہم مسئلہ میں بھی مقدس بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی بتائی ہوئی تعلیم انسانی معاشرہ کی اس کٹھن صورتِ حال میں آڑے آ سکتی ہے۔ اور مسئلہ کا حل اسی جگہ ہے قبل اس کے کہ ہم اس بابرکت تعلیم کی تفصیل بیان کریں ایک اصولی بات واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ حقوق و فرائض کی ادائیگی جس طرح دو فریق کی متقاضی ہے اسی طرح یہ دونوں آپس میں لازم و ملزوم کی حیثیت بھی رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ایک فریق کے فرائض کی ادائیگی درحقیقت دوسرے فریق کے حقوق کا پورا ہو جانا ہے۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ ایک سمجھ دار آدمی اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی طرح کی کمی یا نقص نہیں رہنے دیتا تو دوسرے لفظوں میں اس کے ایک معنی یہ بھی نکلتے ہیں کہ فریق ثانی کے حقوق خود بخود ادا ہو گئے۔ اب ایسے نہ تو تشدد کا طریق اپنانے کی ضرورت پیش آتی اور نہ ہی کسی طرح کے شکوہ و شکایت کی گنجائش رہی۔

اس موقعہ پر ایک طبعی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حقوق و فرائض نسبتی امور ہیں، ایک ہی بات ایک پہلو سے حق بن جاتی ہے اور دوسرے پہلو سے فرض قرار پاتی ہے اس صورت میں فریقین میں سے زیادہ ذمہ دار قرار دینے میں کسی ایک فریق کی تعیین ایک مشکل عقدہ سے کم نہیں۔ پس اس موقعہ پر کیا کیا جائے؟ اس مشکل عقدہ کا بہترین حل وہ ہے جو حسب ذیل متفق علیہ حدیث میں مقدس بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی روایت سے ان الفاظ میں ملتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور پیشگوئی اپنے صحابہ سے فرمایا:-

"بات یہ ہے کہ عن قریب ایسا زمانہ آتا ہے جب میرے گذر جانے کے بعد حکمران طبقہ کی طرف سے بہت سے ترجیحی اُمور اور ناپسندیدہ باتیں ہوں گی۔" اس پر صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں سے جو کوئی ایسا وقت پائے تو اس کے لئے حضورؐ کی کیا ہدایت ہے۔ فرمایا

تؤدون الحق الذی علیکم و تسألون اللہ الذی لکم

تم لوگ بس اُن فرائض کو سرانجام دیتے چلے جاؤ جو تم پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن وہ حقوق جو تمہارے اُن لوگوں کے ذمہ نکلتے ہیں ان کا مطالبہ ان سے مت کرو بلکہ خدا سے کرو!

یہ ہے اسلام کی پُر امن تعلیم جس میں ہر شخص کو ذمہ دار افراد سے اپنے حقوق کی خاطر اُلجھنے کی بجائے بتاکید حکم دیا گیا ہے کہ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کرتے چلے جاؤ۔ اور جہاں تک تمہارے واجبی حقوق کا سوال ہے اس کے لئے تم خدا سے مطالبہ کرو۔ حدیث میں مذکور تسألون اللہ الذی لکم کے الفاظ میں جس رنگ میں حق مانگنے والوں کو مطمئن کیا گیا ہے وہ نہایت درجہ پیارا بھی ہے اور سراسر امن بخش بھی۔ دیکھا آپ نے کس حکیمانہ انداز میں حق مانگنے والوں کی توجہ کو دنیاوی افراد سے ہٹا کر خدا کی طرف پھیر دیا ہے۔ جس سے تمام قسم کی ذاتی رنجشیں اور غیظ و غضب کے اظہار کے سبھی ناواجب رستوں کا سدِّ باب کر کے انسانی برادری میں ایسا پُر امن ماحول پیدا کر دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔

ــــــ :: ــــــ :: ــــــ

حقوق و فرائض کے اس حکیمانہ تعیّن کے ساتھ ہی ہر شخص کو اپنے فرائض کی کماحقہٗ ادائیگی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اسلام نے انسانی معاشرہ کے بہت سے حقوق کو تسلیم بھی کیا ہے۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنے ہیں کہ جن افراد کے ساتھ ان حقوق کی ادائیگی وابستہ ہے وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اُن سے عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کریں، تا جس کسی کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے صرف زبانی جمع خرچ نہ رہے بلکہ عمل کے میدان میں سو فیصدی ادائیگی کے بعد معاشرہ میں باہمی چپقلش کی جگہ الفت و محبت پیدا ہو۔

اسلام کی طرف سے تسلیم شدہ حقوق کی تفصیل تو بہت طول طویل ہے جس کی نہ اس جگہ گنجائش ہے اور نہ ہی ان کا حیطۂ تحریر میں لایا جانا ممکن ہے۔ اس لئے بطور مثال چند مسلّمہ حقوق ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ ضمناً دیکھیں ایک فریق کے حقوق اوپر کی تشریح کی روشنی میں کس طرح دوسرے فریق کے لئے فرائض بن جاتے ہیں۔

(۱) چونکہ اس وقت بات میاں بیوی کے حقوق و فرائض سے چلی تھی اس لئے پہلے نمبر پر اس شعبہ سے ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۳۵ ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ.

اس آیت کریمہ میں مردوں کو عورتوں کا قوام اور نگران بتایا گیا ہے۔ جس کی دو وجہیں دی ہیں۔ اوّل خلقی فضیلت کہ خالقِ فطرت نے مرد کو پیدائشی اعتبار سے عورت سے فائق بنایا ہے۔ دوم یہ کہ مرد کو عورت کے اخراجات کا کفیل بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد فَالصّٰلِحٰتُ سے بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ تک بیویوں کے فرائض کی تفصیل ہے کہ نیکو کار بیویاں خاوند کی مطیع و فرمانبردار ہوں۔ مرد کی عدم موجودگی میں اس کے گھر بار آل اولاد کی اور اپنے نفس کی حفاظت کریں۔ اسلئے کہ باضابطہ شادی کے نتیجہ میں قدرتِ حق نے خاوند کے ذریعہ خود اُن کی حفاظت کے سامان کر دیئے ہیں۔

اب بیوی کے مذکورہ فرائض پر نظر کیجئے، آپ دیکھیں گے کہ انہی فرائض کی بجا آوری دوسرے پہلو سے خاوند کے حقوق کی وصولی ہے۔ آخر ایک خاوند اپنی بیوی سے اس سے بڑھ کر اور کیا چاہتا ہے کہ وہ نیکوکار ہو۔ اطاعت گذار ہو۔ گھر بار، بال بچوں کی اور سب سے بڑھ کر اپنے ناموس کی حفاظت اور نگہداشت کرنے والی سُگھڑ بیوی ہو۔

دوسری طرف بیوی کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ خاوند اس کا ہر طرح خیال رکھے۔ اخراجات کے بارہ میں اس کی تمام جائز ضروریات کو پورا کرے۔ باہر سے کما کر لائے تاکہ وہ گھر میں آرام اور چین کے ساتھ اُن فرائض کی طرف کماحقہٗ توجہ کر سکے جو اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ ایسا ہو جانے کی صورت میں عورت کو اس کے حق مل گئے اور عورت کی طرف سے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کی شکل میں خاوند کی دلی مرادیں بیوی کی طرف سے بر آئیں۔ نتیجہ فریقین کی تسلی، تشفی اور گھریلو زندگی کے خوشگوار گذرنے کی صورت میں ظاہر ہونا لازمی امر ہے وذلک المراد۔

(۲) دوسری مثال کے لئے حسب ذیل حدیث پر غور فرمایا جائے:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں حقّ کبیر الاخوۃ علیٰ صغیرھم حقّ الوالدِ علیٰ وَلَدِہٖ۔

بڑے بھائیوں کا چھوٹے بھائیوں پر ویسا ہی حق ہے جیسے باپ کو بیٹوں پر۔ اس حدیث کے ساتھ ایک

(باقی دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اہم دینی مصروفیات

زیارتِ خلفاء کی برکات اور اس کے آداب۔ اہم ارشادات۔ حضور کی صحت کے لئے دعائے خاص کی تحریک

مکرم بشیر احمد صاحب رفیق بی۔ اے پرائیویٹ سیکرٹری حضور ایدہ اللہ تعالیٰ

زیارت خلفاء کی برکات اور اس کے آداب

قبل اس کے کہ راقم الحروف حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کے تازہ ملفوظات و ارشادات کا ملخص اپنے لفظوں میں قارئین کی خدمت میں پیش کرے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ خلفاء چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہوتے ہیں اس لئے اُن کا مقام نہایت بلند ہوتا ہے حتیٰ کہ تعبیر الرؤیا میں بتایا گیا ہے کہ خواب میں بیت اللہ کی زیارت کی ایک تعبیر خلیفۂ وقت کی ملاقات سے مشرف ہونا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"اس میں کچھ شک نہیں کہ خانہ کعبہ انوار و برکات کی تجلی گاہ ہے مگر یہ تجلیات اور انوار و برکات اس ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آسکتے۔ اس لئے دوسری آنکھ کی ضرورت ہے ...... اولیاء اللہ کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۷۴-۷۵)

صاف ظاہر ہے کہ اگرچہ خلفاء سے ملاقات اپنے اندر بے پناہ برکتوں کا ایک بحرِ ناپیدا کنار اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ مگر اس سے فیضیاب ہونے کے لئے اس روحانی آنکھ کی ضرورت ہے جو مقامِ خلافت کی عظمت بھی جانتی ہو اور اس کے آداب بھی! اس سلسلہ میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل فرمودات ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

۱۔ "چونکہ خلیفہ کے ہاتھ پر رسول کی نیابت حاصل ہوتی ہے اس لئے امام وقت سے مصافحہ بھی برکت رکھتا ہے ...... یہ مصافحہ ملاقات کے وقت کا مصافحہ ہوتا ہے اس وقت اگرچہ مصافحہ کے لئے بہت تھوڑا وقت ہوتا ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے خدا تعالیٰ ماموریں اور خلفاء کے برکات کو مختصر وقت میں پورا کر دیتا ہے۔ اگر ان کو یہ بات حاصل نہ ہو تو وہ اپنا کام پورا ہی نہ کر سکیں تو مصافحہ کے وقت خاص طور پر دعا کی جاتی ہے مگر آداب کو مدِنظر رکھنا چاہیئے۔

(الفضل ۸ر جنوری ۱۹۲۲ء)

(۲) "دوستوں کو علیحدہ ملاقات کا موقعہ دیتا رہتا ہوں۔ لیکن الگ ملنا بھی ضروری ہو سکتا ہے جبکہ خاص طور پر اس کی ضرورت بھی ہو ...... جو شخص علیحدہ ملاقات کے لئے کہتا ہے اس کے متعلق میں اپنے سیکرٹری سے کہتا ہوں کہ پوچھو کہ آیا ایسا ضروری کام ہے جو علیحدگی میں ہی کیا جا سکتا ہے۔"

(۳) "اگر میں بغیر ضرورت کے علیحدہ وقت ملاقات کے لئے دوں تو اس سے دوسرے کاموں میں حرج واقع ہوگا ..... میں اس طریق کو روکنا چاہتا ہوں۔ اور یہ بھی آپ ہی لوگوں کے فائدہ کے لئے تاکہ میں اپنا وقت ضروری کاموں میں لگا سکوں اس طریق کی بجائے اگر کوئی صاحب میرا زیادہ وقت لئے بغیر دعا کے لئے کہیں تو مجھے اُن کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو کیونکہ میں سمجھوں گا کہ ان کو میرے وقت کی قدر ہے لیکن جو لوگ دیر تک ہاتھ پکڑے رکھتے ہیں اُن کے سامنے میں بظاہر تو بشاشت قائم رکھتا ہوں لیکن میرا دل تلملا رہا ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے میرے فلاں کام میں حرج ہو رہا ہے۔ اس طریق سے ملاقات کرنے والوں کو میں روکنا چاہتا ہوں لیکن اگر کسی کو ضروری کام ہو تو اس کے لئے میں دن رات میں ہر وقت ملنے کے لئے تیار ہوں۔"

(۴) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کونوا مع الصادقین جو لوگ اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے ملتے رہا کرو پس ملاقات ضروری ہے اور اس قدر ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے جو لوگ ہمارے پاس نہیں آتے اُن کے ایمان کا خطرہ ہے۔ (منہاج الطالبین صفحہ ۷ تا ۹)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلم مبارک سے چند معروضات پیش کرنے کے بعد یہ عاجز حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بعض تازہ ارشادات ضبطِ تحریر میں لاتا ہے۔

ایک دوست سے ملاقات کے موقع پر فرمایا:-

سلام کو عام کرو

اسلام نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے جو اصول بتائے ہیں۔ اُن پر اگر آج مسلمان کاربند ہو جائے تو اس دُنیا میں ہی جنتی زندگی مل جائے گی۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہ حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کہا کرو۔ چھوٹا بڑے کو۔ سوار پیدل کو اور چلنے والا راہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو السلام علیکم کہے۔ (بخاری کتاب الادب) جتنا بھی السلام علیکم کے حکم پر عمل ہوتا چلا جائے گا۔ آپس میں مودت اور اخوت کے جذبات بڑھتے جاویں گے۔

فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی سید ... صاحب رضی ہمیشہ سلام کہنے میں سبقت لے جایا کرتے تھے۔ خواہ کوئی چھوٹا ان کے سامنے آتا یا بڑا۔ وہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے۔ میں نے خود بارہا یہ کوشش کی کہ میں ان کو السلام علیکم کہنے میں اُن پر سبقت لے جاؤں لیکن ہر دفعہ جب دُور سے ہی اُن کی نظر مجھ پر پڑتی وہ دُور سے السلام علیکم کہہ دیتے تھے۔ پس ہمارے نوجوانوں کو خصوصاً اس طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ اور سلام کو عام کرنا چاہیئے۔

مساواتِ محمدی کا قیام

فرمایا۔ اسلام نے مساوات کا عجیب نظام قائم کیا ہے۔ اسلامی مساوات کی روح نہ تو کمیونزم میں ملتی ہے اور نہ کسی اور ازم میں۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اگر اسلامی مساوات کے نتیجہ میں کسی کو ایک روپیہ ملتا ہو تو دوسرے غیر اسلامی نظام ان کو بمشکل آٹھ آنے ہی دیتے ہیں تو کیا کوئی بھی عقلمند انسان ایک روپیہ کے مقابلہ میں آٹھ آنے لینے پر تیار ہوگا؟

اسلامی روایات کی ایک شاندار مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت سعد الاسودؓ تھے جو رنگ کے سیاہ اور شکل و صورت کے بھی خوبصورت نہ تھے یہ صحابی ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ کیا ان کا سیاہ رنگ ان کے جنت میں داخل ہونے میں رکاوٹ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری شادی ہوئی ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور بھلا میرے جیسے سیاہ فام شخص کو کون اپنی بیٹی نکاح میں دے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عمرو بن وہب ثقیفی کے پاس جاؤ۔ (وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے) اور اُن سے کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بیٹی کا نکاح مجھ سے ہونا پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ صحابی اس سردار کے دروازے پر پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دیا۔ سردار نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ اس نے بڑی حقارت اور غصہ سے اس صحابی کو نکال دیا اور کہا کہ تمہیں تو ہرگز میں اپنی بیٹی نکاح میں نہیں دوں گا۔ جب اس سردار نے یہ الفاظ کہے اس وقت اس کی لڑکی بھی دروازے کے پاس کھڑی سن رہی تھی۔ وہ فوراً باہر آگئی اور کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شادی کا اس شخص سے کرنے کا حکم دیا ہے تو میرے باپ کی کیا حیثیت ہے کہ اس میں روک بنے۔ تم جاؤ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ ان ... کی تعمیل کی جائیگی چنانچہ اس صحابیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ... کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جا کر شادی کا سامان خریدو۔ یہ صحابی سامان خریدنے بازار گئے تو اس نے منادی کرنے والے کو سنا جو کہہ رہا تھا۔

یا خَیْلَ اللّٰہِ اِرْکَبِیْ وَبِالْجَنَّۃِ اَبْشِرِیْ۔ یعنی اے خدا کے سپاہیو! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔ اس پر انہوں نے بجائے زیورات وغیرہ خریدنے کے اس رقم سے جو وہ شادی کا سامان خریدنے کے لئے ساتھ لے گئے تھے۔ زرہ بکتر اور تلوار وغیرہ خرید لی۔ اور اس ڈر سے کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پہچان کر واپس نہ کر دیں اپنے چہرہ کو چھپا کر اسلامی فوج میں شامل ہو گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو لاش پر تشریف لے گئے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور اُن کے لئے دعا فرمانے کے بعد ان کی تلوار اور زرہ وغیرہ ان کی ہونے والی دلہن کو بھجوا دیں۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۸)

اب دیکھو۔ اس ایک واقعہ میں کتنے سبق ہیں۔ سب سے بڑا سبق تو مساوات محمدیؐ کا ہے کہ کسی کا بے رنگ ہونا کسی شخص کو اس وجہ سے شادی سے محروم رکھنا کہ اس کا رنگ کالا ہے غلط ہے۔ پھر سردار کی بیٹی کا ایمان کتنا مضبوط تھا کہ جونہی اسے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی شادی کا حکم ایک ایسے شخص سے دیا ہے جو بظاہر خوبصورت نہیں تو انہوں نے فوراً بلا تامل و حجت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک پر رضامندی ظاہر کر دی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاتون کی قربانی کو اس رنگ میں بھی قبول فرما لیا کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماننے کی توفیق بھی عطا فرما دی اور ان کو ایک منٹ کے لئے بھی اکٹھا نہ ہونے دیا۔ اس بات کا مستقبل میں امکان تھا کہ بوجہ شکل و صورت کی مناسبت نہ ہونے کے ان میں ناچاقی ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ پھر اس صحابی کو شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز کر دیا۔ سبحان اللہ۔

پُرخوری سے اجتناب کی تلقین

فرمایا۔ ہمارے لوگوں کو کھانے کی عادت درست کرنی چاہئے۔ پُرخوری تمام بیماریوں کی جڑ ہے اور پُرخوری درحقیقت بھی دوسرے ممالک کے سامنے دست دراز کرنے پر مجبور کرتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حقیقی مومن کی ایک تعریف یہ بھی کی ہے کہ وہ کم کھاتا ہے جب کہ کافر اس کی نسبت بہت زیادہ کھاتا ہے۔

فرمایا۔ ایک مرتبہ میں ایک زمیندار کے ہاں مہمان ہوا۔ اس نے میرے سامنے بہت سی چپاتیاں اور سالن رکھ دیئے۔ میں نے حسب عادت تھوڑا سا کھانا اس میں سے کھا لیا زمیندار کی بیوی پردے سے دیکھ رہی تھیں وہ کہنے لگیں۔ میاں صاحب آج آپ نے اپنے گھر کی طرح نہیں کھانا۔ بلکہ جتنا میں کھاؤں اتنا کھانا ہے۔ میں نے ان کو بار بار سمجھایا کہ میں تو کھاتا ہی بہت کم ہوں لیکن ان کو یقین نہ آیا اور مصر اصرار کرتے چلے گئے کہ اور کھائیں اور کھائیں۔

انسانی جسم کو بہت معمولی غذا درکار ہوتی ہے بعض لوگ البتہ ایسے ہوتے ہیں جو زیادہ کھاتے ہیں کیونکہ ان کے معدے زیادہ غذا کو فوراً جلا دیتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ عوام میں پُرخوری کی عادت ہوتی ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔

انقلاب کی تعریف

فرمایا۔ ایک شخص میرے پاس آیا اور انقلاب کی باتیں کرنے لگا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ انقلاب کی تعریف کیا ہے تو وہ کوئی جامع جواب نہیں دے سکا۔ میرے نزدیک انقلابی، صاحب فراست شخص کو کہتے ہیں۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے انسان کے مسائل وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہے ہیں۔ یہ زندگی Ever Changing ہے۔ بدلے ہوئے حالات بدلے ہوئے مسائل پیدا کرتے ہیں۔

میرے نزدیک تین قسم کے انسان ہوتے ہیں۔

۱۔ ایک طبقہ وہ ہے جو ذہنی طور پر ہمیشہ مثلاً سو سال قبل کے حالات کو سامنے رکھ کر ہی سوچتے رہتے ہیں۔ میں ان کو رجعت پسند کہوں گا۔ ان کے نتائج بوجہ اس کے کہ ذہنی رجحان اس زمانہ کے حالات کے مطابق نہیں ہوتی غلط ہوتے ہیں۔

۲۔ ایک وہ طبقہ ہے جن کو بدلے ہوئے حالات کا علم تو ہے لیکن حالات کے نتیجہ میں پیدا شدہ مسائل کا حل ان کے پاس نہیں ہوتا۔ میں اس طبقہ کو نعرہ باز کہتا ہوں کیونکہ یہ نعرہ تو لگاتے ہیں کہ تبدیلی ہو۔ لیکن حل کوئی نہیں بتاتے۔

اصل اور حقیقی انقلابی صرف مسلمان ہے۔

۳۔ فرمایا: تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کو بدلے ہوئے حالات کا علم بھی ہے اور مسائل کا حل بھی ان کے پاس موجود ہوتا ہے۔ وہ انقلاب کا نعرہ اس وقت تک نہیں لگاتے جب تک پہلے مسائل کا پورا حل تلاش نہ کر لیں۔ میرے نزدیک یہی طبقہ اصل انقلابی ہے اور اس تعریف کی رو سے اصل اور حقیقی انقلابی ایک مسلمان ہے جس کے پاس قرآن کریم کے ہونے کی وجہ سے حالات کا بھی علم ہے اور بدلے ہوئے حالات کے نتیجہ میں پیدا شدہ مسائل کا حل بھی۔

فرمایا۔ نوجوانوں پر بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ ان کو بہت غور و فکر کرتے رہنا چاہئے۔ اور مسائل سے ڈرنے کی بجائے ان کے حل تلاش کرنے چاہئیں۔ قرآن کریم میں ہر انسانی مسئلہ کا حل موجود ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہمارے نوجوان اس کتاب کو بار بار سمجھ کر اور غور سے پڑھیں اور اپنے حالات کے مطابق اس سے مسائل کا استنباط کریں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کیلئے دعا خاص کی درخواست

بالآخر احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ حضور پُرنور کی شفائے کامل و عاجل کے لئے خاص دعائیں جاری رکھیں۔ حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بار اپنی بیماری کے ایام میں فرمایا تھا۔

"ایک دفعہ ایک بزرگ تھے قحط سالی اور بارش کی کمی تھی لوگوں نے ان سے عرض کی کہ حضور بارش کے لئے دعا فرمائیں۔ بزرگ موصوف نے اپنے ایک خاص الخاص مرید کو حکم دیا کہ میرے سامنے سے چلے جاؤ اور کبھی مت آؤ جب تک بارش نہ ہو جائے۔ وہ خادم چلا گیا اور دعا کرتا رہا کہ اے مولا بارش کر دے میں تو اپنے پیر سے ملنے سے بھی رہ گیا۔ اس کے اضطرار کے باعث دعا قبول ہوئی اور بارش ہو گئی۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ اضطرار پیدا ہو اور دعائیں کی جائیں۔"

(بدر ۔۔۔ فروری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱ کالم ۱)

اس بزرگ کے مقابل ہماری حالت یہ ہے کہ اپنے شفیق و مہربان آقا کی اس ذرہ نوازی پر دل و جان قربان ہو جاتے ہیں۔ ۔۔۔ ناسازی طبع اور خرابی صحت کے باوجود حضور نے اپنے خدام موجود ۔۔۔ سے ملاقاتوں پر کوئی خاص پابندی عائد نہیں فرمائی۔ اور عالم اور خصوصاً احمدیت کے قیام و استحکام اور سلسلہ احمدیہ کی حفاظت و ترقی کی دعاؤں کے لئے مجسم تضرع اور سراپا وقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے پیارے دل و جان سے عزیز مہربان آقا کو جلد سے جلد مکمل شفا بخشے۔ آمین۔

ہفتہ قرآن کریم

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی اصولی ہدایت سے قرآن کریم کے علوم و معارف بیان کرنے اور اس کے انوار و برکات سے مستفید ہونے کے لئے نظارت ہذا نے جماعتہائے احمدیہ بھارت کو ہفتہ قرآن کریم منانے کی تحریک کی تھی۔ جماعتوں کی سہولت کے مدنظر پروگرام مرتب کر کے عنوانات بھی مقرر کر دیئے گئے تا جماعتیں آسانی سے اس بابرکت تحریک کو کامیاب بنا سکیں۔

الحمد للہ کہ احباب جماعت نے قرآن پاک سے اپنی محبت، خلوص اور عقیدت کا ثبوت دیتے ہوئے اس ہفتہ کو کامیاب بنانے میں پوری توجہ اور سعی سے کام لیا ہے۔

اس وقت تک حسب ذیل جماعتوں کی طرف سے نظارت میں رپورٹ موصول ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو بڑھ چڑھ کر نیکیوں میں حصہ لینے کی توفیق دے۔

جماعت احمدیہ یادگیر۔ خدام الاحمدیہ بمبئی۔ جماعت احمدیہ سکندرآباد۔ جماعت احمدیہ حیدرآباد۔ جماعت احمدیہ کلکتہ۔ لجنہ اماء اللہ سکندرآباد۔ جماعت احمدیہ شورت۔ جماعت احمدیہ کیرنگ۔ جماعت احمدیہ ہبلی۔ جماعت احمدیہ ساچی۔ جماعت احمدیہ سملیہ۔ بقیہ جماعتیں بھی جلد اپنی اپنی کارگزاری سے نظارت ہذا کو مطلع کریں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں — (مینجر بدر)

تقریر جلسہ سالانہ قادیان ۱۳۴۹ ہش

(قسط اوّل)

ذکرِ حبیب علیہ السلام

محترم جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مؤلف اصحاب احمد کی عنوان بالا کے تحت ذیل کی تقریر جلسہ سالانہ قادیان کے ۱۹ رفتح (دسمبر) ۱۳۴۹ ہش کے شبینہ اجلاس میں ہوئی جسے ہم افادۂ قارئین کے لئے قسط وار ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ —— (ایڈیٹر)

"ذکرِ حبیب" کی ایک مختصر مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلمی تصویر کشی کسی سے بھی ممکن نہیں۔ آپ کی ذاتِ ستودہ صفات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع اور یکرنگی کے باعث آپ کی مثیل تھی اور حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا لولاک لما خلقتُ الافلاک اور فرمایا یحمدک اللہ من عرشہ۔ کہ اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو میں (ان روحانی) آسمانوں کو پیدا نہ کرتا۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش سے تیری حمد کرتا ہے۔ اس جلیل المرتبت اور عظیم الشان اور انسانِ کامل کی جسے اللہ تعالیٰ نے جری اللہ فی حلل الانبیاء قرار دیا صرف چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

احوال قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس زمانہ کے بارہ میں جبکہ زائرین کی آمد و رفت شروع ہو گئی تھی یہ مختصراً بیان کیا جانا خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ قادیان اور اس کا ماحول کیسا تھا۔ قادیان تہذیب و تمدن کے مراکز سے یکسر دور افتادہ گاؤں تمام ضروریاتِ زندگی سے محروم تھا۔ یہاں کرایہ پر مکان ملنا مشکل ہوتا تھا۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بیان کرتے ہیں کہ قادیان آنے کے لئے یکہ جیسی معمولی سواری بمشکل میسر ہوتی۔ کیونکہ یکہ بان سواریوں کی تلاش میں بٹالہ میں بہت سا وقت ضائع کرتا۔ سو اکثر حصہ سواریوں کو پیدل چلنا پڑتا اور موسم برسات میں بعض اوقات پورا پورا دن بٹالہ سے بھی قادیان پہنچنا ممکن نہ ہوتا۔ یکے پھنس جاتے تو سامان مزدوروں کے سروں پر اٹھوا کر منگوانا پڑتا تھا تا ہیلا نشیب ہونے کی وجہ سے جوہڑ بن جاتا۔ ڈھابیں، کھائیاں اور خندقیں بھرنے کے بعد زائد پانی ڈیڑھ میل تک قریباً بٹالہ قادیان کی سڑک میں سے ہی گذرتا تھا۔ جو بعض دفعہ اتنا گہرا، تیز اور زور سے چلتا کہ اس میں سے سلامت گذر جانا ہر کسی کا کام نہ تھا۔ بٹالہ تک بٹالہ نالی پڑتی تھیں۔ بمشکل ایک دو فیصدی آدمی معمولی نوشت و خواند کی قابلیت رکھتے تھے۔ قادیان میں صرف ایک چھوٹا سا دیہاتی پرائمری سکول تھا۔ اور اس کے مدرس کو وہ چار روپیہ زائد معاوضہ دے کر ڈاکخانہ کا برانچ پوسٹ ماسٹر بنا دیا جایا کرتا جو ڈاک کے کام کے لئے صبح و شام ایک گھنٹہ کام کرتا۔ ڈاک بٹالہ سے ہرکارہ کے ذریعہ ہفتہ میں ایک بار ایک چھوٹی سی تھیلی میں آیا کرتی۔ جو تقریباً تمام کی تمام ہی حضور علیہ السلام اور آپ کے غلاموں کی ہوتی تھی۔ گاؤں میں کسی اور کا شاذ ہی کوئی خط آتا۔ اور اگر آتا تو اسے پڑھانے کے لئے در بدر پھرنا پڑتا۔ تار کا یہ حال تھا کہ مہمان یہاں پہنچتا اور اس کے آنے کے متعلق تار بعد میں ملتا۔ کسی امر کا جواب بذریعہ تار مطلوب ہوتا تو بٹالہ جا کر دو دو دن تک رہنا پڑتا تھا۔ اور اس کمی کی وجہ سے کئی اہم کاموں بلکہ جانوں کو بھی وقت پر دوائی یا طبی امداد نہ پہنچ سکنے کے باعث نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا۔ لباس اس علاقہ کے مردوں کا ایسا تھا کہ نیم برہنہ کہنا گو بالغت میں تعریف کرنا ہوگا۔ چار انگل کی لنگوٹی ان کا لباس تھا۔ لوگوں کی زبان اتنی بھدی اور کرخت تھی کہ کان اس کی برداشت نہ کر سکتے تھے۔ گالی گلوچ کلام کا لازمہ تھا۔ بچوں کو شروع سے اس کا مشاق بنایا جاتا اور اس کی تعلیم دی جاتی اور جب بچہ اس میں طاق ہو کر باپ یا بڑے بوڑھوں کو منہ پر گالی دینے کے امتحان میں کامیاب ہو جاتا تو اسے ہر طرف سے داد ملتی۔ لنگرخانہ کے لئے آٹا دھاریوال سے یا موضع ہرچووال کی نہر کے قریب ایک گاؤں سے لایا جاتا تھا۔ آٹے کے انتظام کے لئے حضرت نانا جان جیسے بزرگ کو بھی کئی بار بنفس نفیس تشریف لے جانے کی تکلیف گوارا کرنی پڑتی تھی۔ قادیان میں سنڈاس اور نجاست کے ڈھیر ہوتے جن پر گیدڑ، لومڑ اور بڑے بڑے بلے سرِ شام ہی منڈلانے لگتے۔ اور خنزیر وغیرہ وحشی درندے مسجد مبارک کے قریب تک آ کر انسانوں اور پالتو جانوروں پر حملہ آور ہو جاتے۔ اس گاؤں کے بعض حصے ویرانی اور بربادی کے باعث اتنے بھیانک اور ڈراؤنے ہو چکے تھے کہ وہ بھوت چڑیل کا مرکز کہلاتے تھے۔ جہاں دن دہاڑے لوگ جانے سے گھبراتے تھے۔

(اصحاب احمد حصہ نہم ص ۶۲ تا ۱۷۳)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ قادیان کے عام لوگ اردو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ بڑی بڑی عمر کے مرد لنگوٹی باندھتے تھے اور قریباً برہنہ رہتے تھے۔ رات کو عورت مرد کپڑے اتار کر ننگے لحاف میں گھس کر سوتے۔ بچے بڑی عمر تک ننگے پھرتے۔ سروں کے بال نیچے میں سے منڈے ہوتے تھے۔ خدا اور رسول کا نام تک نہ جانتے تھے۔ پڑھا لکھا کوئی ہوتا تھا۔ دال یا گڑ یا لسی یا آم کا اچار بس یہی لذتیں تھیں۔ سواری کے لئے بیل گاڑی یا یکہ ہوتا تھا۔ بیمار ہوں تو کوئی علاج کا انتظام نہ تھا۔ مکانات تنگ اور کچے اور گندے تھے۔ (سیرۃ المہدی حصہ سوم۔ روایت ۷۰۴)

حضرت مولانا حسن علی صاحبؓ بھاگلپوری لکھتے ہیں کہ ۱۸۸۷ء میں میں قادیان آیا بٹالہ میں مجھے پان نہیں ملا۔ کسی نے میری پان کی عادت کا ذکر حضرت مرزا صاحب سے کر دیا۔ تو آپ نے کسی کو گورداسپور سولہ کوس پر بھجوا کر منگوایا۔

(تائید حق ص ۵۳، ۵۴)

قادیان کے سفر کی مشکلات کا علم حضرت مولوی رحیم بخش صاحبؓ ساکن تلونڈی جھنگلاں نزد قادیان سے ہوتا ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ حضور نے سیر میں فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے۔ ینجیک من الغم دکان ربک قدیراً۔ کہ اللہ تعالیٰ تجھے غم سے نجات دے گا اور تیرا رب ہی قادر ہے۔ اور فرمایا ہمیں تو غم کوئی نہیں شاید آئندہ پیش آئے۔ مکان پر آئے تو ایک شخص امرتسر سے خبر لایا کہ جو نگینہ الیس اللہ بکافٍ عبدہ کا الہام لکھنے کے لئے بھیجا ہوا تھا گم ہو گیا ہے۔ اور وہ شخص براہین احمدیہ کا جو ورق لایا وہ بہت خراب تھا۔ اور پڑھا نہیں جاتا تھا۔ حضور کو بہت تشویش ہوئی۔ کہ حکیم محمد شریف صاحب ہمارے دوست ہیں۔ اور ان کو دل کی بیماری ہے نگینہ گم ہو جانے سے انہیں بہت تشویش ہوئی ہوگی۔ اور اندیشہ ہے کہ ان کی بیماری زیادہ نہ ہو جائے۔ اور کتاب گویا بالکل خراب چھپی ہے۔ اس طرح لوگ اسے نہیں پڑھیں گے اور ہمارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں کہ دوبارہ اچھی کر کے چھپوائیں۔ حضرت صاحب اسی وقت پاپیادہ روانہ ہو گئے۔ ہم دو افراد جو اس وقت موجود تھے ساتھ ہو لئے۔ تکیہ موضع ویرانی وال میں حضور کے ارشاد پر ہم نے ظہر و عصر نمازیں پڑھائیں۔ ہمارا ساتھی وہاں سے الگ ہو گیا اور حضرت صاحب اور میں دونوں امرتسر پہنچے۔ اس وقت تک نگینہ مل چکا تھا۔ اور کتاب ابھی چھپ رہی تھی۔ (سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ روایت ۴۵۰ و اصحاب احمد جلد سیزدہم حالات راوی)

قادیان اور بٹالہ کے درمیان کا سفر محفوظ نہیں تھا۔ اس سڑک پر اکثر چوری اور ڈاکہ کی وارداتیں ہوتی تھیں۔ پھر بھی احباب جماعت رات کی گاڑی سے بٹالہ پہنچ کر اسی وقت قادیان کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔ خواجہ کمال الدین صاحب کی روایت ہے کہ کرم دین بھیں والے مقدمہ کے دوران ایک دفعہ حضرت صاحب بٹالہ کے راستہ گورداسپور کے لئے روانہ ہوئے۔ موضع وڈالہ سے آگے گنڈاسوں اور چھویوں سے مسلح چند ڈاکوؤں نے حضرت صاحب کے رتھ کو گھیر لیا۔ اور پھر آپس میں تکرار کرنے لگے۔ ہر شخص دوسرے سے حملہ کرنے کو کہتا تھا۔ اس تکرار میں کچھ وقت گذر گیا۔ اور اتنے میں حضور کے ساتھیوں کے یکے جو کچھ زیادہ پیچھے رہ گئے تھے آن ملے اور ڈاکو بھاگ گئے۔ جس وقت ڈاکو حملہ کر کے آئے تھے اس وقت حضرت کی پیشانی سے ایک خاص قسم کی شعاع نکلتی تھی۔ جس سے آپؑ کا چہرہ مبارک چمک اٹھتا تھا۔

(سیرۃ المہدی حصہ دوم۔ روایت ۴۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقارب حضور کے معاند شدید اور روا داری کے معمولی اخلاق سے بھی معرّا اور اسلام سے بے تعلق تھے۔ حضرت ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ موسم گرما میں مسجد مبارک میں نماز عشاء ہونے لگی۔ تو تکبیر سنتے ہی مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین کے ساتھیوں نے ساتھ کے احاطہ میں ڈھول اور نفیری وغیرہ اس طرح بجانی شروع کی کہ نماز کی آواز پست کر دیں (۔۔۔ روایت ۷۰۰)

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی بیان کرتے ہیں کہ حضور کے زمانہ میں صرف مسجد اقصیٰ کا کنواں تھا۔ گو ماشکیوں کے لئے ان مرزا صاحبان کا کنواں بھی میسر تھا۔ لیکن احمدی احباب اس کنویں پر جاتے تو مرزا صاحبان ڈانٹ ڈپٹ

کرتے اور بعض اوقات ناقابلِ برداشت ذہنی وقلبی تک اذیت پہنچاتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ام المومنینؓ کو طعن کیا گیا جس پر فوری طور پر رات دن ایک کر کے سوائے ڈیوڑھی اجرت پر مزدوروں کا کام دنوں میں کر کے دار المسیح والا کنواں تیار کروایا گیا اور بعد میں دوسرا کنواں (جو مدرسہ احمدیہ کے شمال کی طرف ہے) تیار کرایا گیا (اصحاب احمد جلد نہم ص ۱۶۹ و ۱۷۰)

تمرا نمبر ۷: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائی ایام میں مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین وغیرہ کی انگیخت سے قادیان کے عوام خصوصاً غیر مسلم افراد سخت ایذا دہی پر تُلے رہتے تھے۔ اگر کوئی احمدی حاجت کے لئے کسی زمیندار کے کھیت میں رفع حاجت کے واسطے چلا جاتا تھا تو وہ زمیندار اس احمدی کو اپنے ہاتھ سے غلاظت اُٹھانے کے لئے مجبور کرتا تھا۔ (اور خاکسار صلاح الدین کو حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر قادیان نے سنایا کہ حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ مجاہد انڈونیشیا کے والد ماجد حضرت میاں محمد حسن صاحبؓ کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ رفع حاجت کے بعد ان ظالموں نے غلاظت اُٹھوائی تھی) کئی دفعہ معزز احمدی اُن کے ہاتھ سے پٹ جاتے تھے۔ ڈھاب سے کوئی احمدی مٹی لینے لگتا تو یہ لوگ مزدوروں سے ٹوکریاں اور کدالیں چھین کر لے جاتے اور اُن کو وہاں سے نکال دیتے تھے اگر کوئی احمدی سامنے سے کچھ بولتا۔ تو گندی اور فحش گالیوں کے علاوہ اسے مارنے کے واسطے تیار ہو جاتے۔ حضور ہمیشہ فرماتے کہ صبر کرو۔ بعض جوشیلے احمدی حضور سے مقابلہ کی اجازت چاہتے۔ اور عرض کرتے کہ حضور ہم کو صرف یہ اجازت دیدیں۔ پھر ہم ان کو سیدھا کر لیں گے لیکن حضور صبر کرنے کو فرماتے۔ ایک دفعہ کابل سے آمدہ پٹھان سید احمد نور صاحب نے (جن کو ڈھاب سے مکان کے لئے مٹی لیتے ہوئے غیر مسلموں نے زدوکوب کیا تھا) مقابلہ کی اجازت چاہی۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھو! اگر امن اور صبر کے ساتھ یہاں رہنا ہے تو یہاں رہو اور اگر لڑنا ہے اور صبر نہیں کر سکتے تو کابل چلے جاؤ۔ اسی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ بڑے بڑے معزز احمدی جو کسی دوسرے کی ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے وہ ذلیل و حقیر لوگوں کے ہاتھ سے تکالیف اور ذلت اُٹھاتے تھے اور دم نہ مارتے تھے۔

ایک دفعہ ایک غریب احمدی نے ڈھاب سے اپنے مکان کے لئے کچھ مٹی اٹھائی تو لوگوں نے جتھہ کی صورت میں مسلح ہو کر حملہ کر کے بے گناہ احمدیوں کو مارنا اور مکان کو نقصان پہنچانا شروع کیا۔ پولیس تحقیقات کر کے اس نتیجہ پر پہنچی کہ احمدی سراسر مظلوم اور مخالفین ظالم ہیں۔ اس کے عواقب کے خوف سے یہ مخالفین حضرت اقدسؑ کے پاس دوڑے آئے اور معافی طلب کی اور حضور نے انہیں معاف کر دیا۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول۔ روایت ۱۴۰ اصحاب احمد جلد نہم ص ۱۷۲ و ۱۷۳)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ مسجد مبارک کے قریب (اتصل) حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کے مکان کے پاس کچھ زمین خالی تھی۔ حضور نے وہاں ایک کچا مکان تعمیر کرانا چاہا۔ کام شروع ہوا تو مرزا امام الدین اپنے ساتھیوں سمیت آئے اور گالی گلوچ پر آمادہ ہوئے۔ حضور کو اطلاع ملی تو فرمایا کہ تعمیر بند کر دو اور فساد نہ کرو۔ کچھ مدت بعد مرزا امام الدین و مرزا نظام الدین ایک مقدمہ پر بٹالہ یا گورداسپور گئے ہوئے تھے۔ تو تمام مہمانوں، ملازموں اور مدرسہ کے لڑکوں نے مل کر مزدوروں کی طرح سامان عمارت لاکر اور گارا وغیرہ تیار کر کے اس مکان کو دن بھر میں تیار کر دیا۔ مرزا صاحبان واپس آئے تو سر پکڑ کر رہ گئے۔ مگر پھر کیا کر سکتے تھے۔ کیونکہ جگہ تو حضرت صاحب کی ہی تھی اور وہ شرارت کر رہے تھے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ اسی رنگ میں ایک دفعہ موجودہ مدرسہ احمدیہ کی عمارت کا ایک کمرہ بھی راتوں رات تیار ہوا تھا۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر مقامی بھی ان طالب علموں میں شامل تھے جنہوں نے اس وقت اس کی تعمیر میں حصہ لیا تھا) دراصل یہ معاند مرزا صاحبان محض سینہ زوری سے حضور کے بعض املاک سے حضور کو محروم کرنا چاہتے تھے اور حضور فساد سے بچتے ہوئے رک جاتے تھے۔ لیکن جب ان لوگوں کی قادیان سے غیر حاضری کی وجہ سے موقعہ ملتا تھا تو جلدی جلدی عمارت کھڑی کی جاتی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ سوم۔ روایت ۸۸)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پولیس حضور کی خانہ تلاشی میں مرزا امام الدین کے خطوط بھی لے گئی۔ اور پھر بعض افسر ان کے بارے میں تحقیق کرنے آئے۔ اور حضور نے بتایا کہ یہ خطوط میرے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین کے ہیں تو موصوف نے صاف انکار کر دیا۔ جب عبارت لکھوا کر دیکھی گئی تو کاتبوں وغیرہ نے دونوں تحریرات کو جا کر یقینی طور پر ثابت کر دیا کہ خطوط اسی کے ہیں اور انکار کی گنجائش نہ رہی اور پولیس افسر نے کسی قدر سختی سے پوچھا تو کہنے لگا شاید میرے ہی ہوں۔ اور بالآخر ماننا تسلیم کر لیا کہ میرے ہی ہیں۔

(ایضاً حصہ دوم۔ روایت ۴۶۰)

ان عم زاد برادران کی دشمنی بات بات پر عیاں ہوتی تھی۔ انہوں نے مسجد مبارک و مسجد اقصیٰ کا راستہ ایک دیوار بنا کر بند کرنا چاہا تو حضرت چوہدری حاکم علیؓ صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور نے چند آدمیوں کو ان کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ بڑی نرمی سے سمجھاؤ کہ یہ راستہ بند نہ کریں۔ اس سے میرے مہمانوں کو تکلیف ہوگی اور اگر چاہیں تو میری کسی اور جگہ پر بے شک قبضہ کر لیں۔ اور حضرت صاحب نے تاکید کی کہ کوئی سخت لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ ان احباب نے جا کر حضرت صاحب کا پیغام دیا۔ اور بڑی نرمی سے بات شروع کی۔ لیکن مرزا امام الدین نے سنتے ہی غصہ سے حضرت صاحب کے متعلق کہا کہ وہ خود کیوں نہیں آیا۔ اور میں تم لوگوں کو کیا جانتا ہوں۔ پھر طعن سے کہا کہ جب سے آسمانوں سے وحی آنی شروع ہوئی ہے اُسی وقت سے اُسے خبر نہیں کیا ہو گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پر یہ لوگ اپنا سا منہ لے کر آگئے اس وقت حکام بھی جماعت احمدیہ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس وقت ڈپٹی کمشنر کسی قریب کے مقام پر آئے ہوئے تھے۔ حضور نے کچھ احباب کو اُن کے پاس بھیجا تا اُن کو بتائیں کہ ہم لوگ دور دراز سے دین کی خاطر یہاں آئے ہیں۔ اِس طرح مسجد کا راستہ بند ہو جانے سے ہم کو بہت تکلیف ہوگی۔ وفد کی طرف سے حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ عرفانی نے بات شروع کی اور کہا کہ ہم قادیان سے آئے ہیں تو ڈپٹی کمشنر نے نہایت غصہ کے لہجہ میں کہا کہ تم بہت آدمی جمع ہو کر مجھ پر رعب ڈالنا چاہتے ہو۔ میں تم لوگوں کو خوب جانتا ہوں کہ یہ جماعت کیوں بن رہی ہے اور میں تمہاری باتوں سے ناواقف نہیں۔ اور میں اب جلد تمہاری خبر لینے والا ہوں۔ اور تم کو پتہ لگ جائے گا کہ کس طرح ایسی جماعت بنایا کرتے ہیں۔ تمہیں سیدھا کر دیا جائے گا . . . . میں چاہے جاؤ ۔۔۔ گرفتار کر لئے جاؤ۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا کہ ان لوگوں کا انتظام ہونا چاہئیے یہ بہت دلیر ہو گئے ہیں۔

وفد نے یہ باتیں سن کر حضور کی کچھ دیر تک بالکل خاموش رہے اور پھر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ہمارے لئے امن نہ ہوگا تو ہمارا کام رک جائے گا۔ آنے والوں کے لئے آرام اور سہولت اور آزادی نہ رہی تو ہمارے ہاں آئے گا کون؟ ڈپٹی کمشنر کا ایسا رویہ ہمارے مخالفوں کو اور بھی دلیر بنا دے گا۔ پہلے ہی وہ ہمارے مہمانوں کو بات بات پر تنگ کرتے ہیں یہ تو اخلاص ہے ہمارے دوستوں کا کہ وہ مخالفوں کی بدخلقیوں اور سختیوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔ داغ ہجرت کا الہام بھی تو ہے گویا ہمارے لئے بھی ہجرت مقدر ہے۔

اُن مخالفین نے دیوار بنا کر دونوں مساجد کا راستہ بند کر دیا۔ جس سے مہمانوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی۔ عدالت کی طرف رجوع کرنے پر ایک طویل عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیابی ہوئی اور عدالت کے حکم سے یہ دیوار گرائی گئی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول۔ روایت ۱۳۵ و اصحاب احمد جلد نہم ص ۱۷۹ و ۲۲۱ تا ۲۲۳) اس طرح حضور کی سیرۃ میں سے تحمل، بردباری، مصالحت روی، صبر اور توکل علی اللہ کے درخشندہ گوشے نمایاں ہوئے۔

صحبتِ صالحین

کو نوا مع الصادقین کے ارشاد الہٰی سے صحبت و زیارتِ صالحین کے نیک اور دور رس اور مثمر ثمرات حسنہ اثرات کی برکات واضح ہیں۔ اور باوجود قادیان کے ان حالات اور سفر کی ایسی مشکلات کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب کو بار بار قادیان آنے اور زیادہ سے زیادہ عرصہ قیام کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ صحبت کا اثر کیسا گہرا ہوتا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ کے اس بیان سے ظاہر ہے کہ کالج کے ایک طالب علم نے بتایا کہ کچھ عرصہ سے میرے دل میں دہریت کے خیالات پیدا ہونے شروع ہو گئے ہیں اور باوجود بہت مقابلہ کرنے کے وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ میں نے اسے مناسب نصیحت کی مگر اس کی حالت بجائے اصلاح ہونے کی بجائے اس کے شبہات ترقی کرتے گئے۔ میں نے اسے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور نے فرمایا کہ آپ کالج میں جس جگہ بیٹھا کرتے ہیں وہ جگہ بدل دیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد اس کے خیالات خود بخود ٹھیک ہونے لگ گئے۔ اور معلوم ہوا کہ پہلی جگہ کا ساتھی طالب علم دہریہ تھا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم۔ روایت ۴۰۰)

(باقی آئندہ)

قسط نمبر ۶

جناب پادری عبد الحق صاحب "رئیس المناظرین" کے

مسیحی ہونے کی حقیقت اور وجوہات پر ایک نظر

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر تالیف و تصنیف

اس مضمون کے گذشتہ حصہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا مدعا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نجات و فلاح کا دار و مدار اپنی رضی پر رکھا ہے نہ کہ انسان کی مرضی اور اعمال پر۔ اعمال صرف شرط کے طور پر ہیں۔ عام رحمت کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے رحمتی وسعت کل شیء کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ کوئی چیز اس کی رحمت سے خالی نہیں۔ خاص رحمت کے متعلق فرمایا یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء جسے وہ چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف کر دے گا۔ توفی ایمان نیک اعمال کے سامان اور ان کی توفیق و قبولیت وغیرہ محدود جزاء ایسے برے اعمال و خیالات سے بچاؤ و اجتناب کی توفیق سب اس کا رحم و کرم اور فضل و احسان ہے پس نجات فلاح فوز عظیم و دائمی راحت و رضوان اکبر سب محض اسکے فضل سے ملتے ہیں۔ قرآن کریم اسکے رحم و کرم اور فضل و احسان کے بیان سے بھرا پڑا ہے۔ مثلاً فرمایا ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی کہ جبتک اللہ کا رحم نہ ہو انسان برائیوں سے بچ نہیں سکتا۔ پھر فرمایا و من تق السیات یومئذ فقد رحمہ۔ برائیوں سے بچنا اس کے رحم و کرم پر موقوف ہے۔ پھر فرمایا یختص برحمتہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کرلیتا ہے اور اس پر رحم کر دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے یہاں رحمت سے مخصوص کرنے کو اپنا فضل قرار دیا ہے۔ (البقرہ ع۱۳)

اسی طرح فرمایا ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء۔ و اللہ واسع علیم یختص برحمتہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ (آل عمران ۷۴-۷۵)

کہ تو کہہ دے کہ فضل یقیناً اللہ کے ہاتھ میں ہے نہ کہ بندوں کے ہاتھ میں اللہ جسے چاہتا ہے فضل دیتا ہے وہ بڑی وسعت اور علم والا ہے۔ اس کا فضل ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کر دیتا ہے اور آئندہ بھی جس پر چاہے گا رحم کرے گا۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اس آیت میں بھی فضل کی توضیح یہ کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم کر دیتا ہے۔ الغرض قرآن کریم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور رحم اور احسان کی توضیح و تشریح سے بھرا ہوا ہے اور یہ مضمون اس میں سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ مگر جناب پادری صاحب فرماتے ہیں کہ فضل کی کوئی معقول توضیح و تشریح ان کو اسلام میں نہیں ملی۔ نامعلوم پادری صاحب کو یہ معقول توضیح کیوں نظر نہیں آئی ہم پادری صاحب کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی کلید لے کر اسمیں رحم۔ رحمت و فضل و احسان کے الفاظ کے تحت دی جانے والی آیات بغور دیانت داری سے مطالعہ فرمائیں اور ذرا انجیل کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں کہ اس میں اس بیان کا عشر عشیر بھی کہیں ان کو دکھائی نہ دے گا۔ ہاں اگر آپ کسی وجہ سے خدا تعالیٰ کی مرضی کو اختیار نہیں کرنا چاہتے اور اس کے احکام یعنی اوامر و نواہی سے جان چھڑانا چاہتے اور سمجھتے ہیں کہ نجات مفت بغیر اعمال ہوگی تو یہ اور بات ہے۔ آپ مختار و آزاد ہیں کہ خدا کی کسی بات پر بھی نہ عمل کریں اور اس کے حکموں کو پس پشت پھینک کر ان سے فرار اختیار کریں۔ آپ پر کوئی جبر نہیں آپ سے وہ دن مخفی ہے جس میں آپ خدا کے سامنے حاضر ہونگے اور آپ سے باز پرس ہوگی۔

اب ہم ان کی دیگر وجوہات کو لیتے ہیں

(۲) اپنے مسیحی ہونے کی دوسری وجہ جناب پادری صاحب نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ اسلام میں نجات کا مدار توحید پر ایمان لانا قرار دیا گیا ہے لیکن توحید الہٰی کی کوئی ثبوتی تعریف قرآن نے نہیں بتائی۔ کہ وہ توحید ہے کیا چیز؟ اسلام میں وحدت الہٰی کی منفی و سلبی تعریف موجود ہے۔ یعنی خدا کثیر نہیں بلکہ وہ ایک ہے۔ پادری صاحب کا ارشاد ہے کہ قرآن نے اگر یہ کہا ہے کہ خدا ایک ہے تو اس ایک کا مطلب نہیں بتایا۔ ہمیں جناب پادری صاحب کی عقل پر تعجب آتا ہے کہ وہ "ایک" کا مطلب نہیں سمجھتے۔ وہ ایسی چیز کا مطلب سمجھنے سے قاصر ہیں۔ جس کا مطلب ایک بچہ بھی سمجھتا ہے حالانکہ خود تسلیم کیا ہے کہ قرآن نے جب یہ کہا ہے کہ خدا ایک ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کثیر یعنی دو یا دو سے زیادہ نہیں۔ اور قرآن کریم نے اسی پارے میں بار بار روشنی ڈالی ہے تو وجود کے تعدد کے لحاظ سے وضاحت اور تثلیث کا ابطال ہے بلکہ اس نے تو لم تکن لہ صاحبۃ میں خدا کی بیوی کی نفی کر کے ہر قسم کے رشتہ داروں کی نفی کی ہے ایسا ہی کئی دوسرے مقامات پر اسے واحد لاشریک بتایا ہے اور اسی مقصد کے لئے لا الہ الا اللہ کا جملہ بار بار دہرایا ہے۔ اور متفرق رنگوں میں توحید کاملہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

جناب پادری صاحب اگر آپ ذرا بھی سوچ بچار سے کام لیتے تو آپ کو اس سورت میں توحید کی توضیح نظر آ جاتی مگر آپ نے تدبر سے کام نہ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے تو قل ھو اللہ احد کے بعد وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ہے اللہ الصمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفواً احد۔ ان آیات میں ہر قسم کے شرک کا ابطال کر کے توحید کو پورے طور پر اجاگر فرمایا ہے۔ چنانچہ جناب پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے نے اپنے مضمون "مسیح کی شان" میں اس کی تائید کرتے ہوئے تسلیم فرمایا ہے کہ سورۃ اخلاص میں واقعی توحید کامل کی تعلیم ہے۔ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہی تعلیم انجیل کی بھی ہے۔ بیشک انجیل میں اشارۃً توحید کی تعلیم دے کر تثلیث کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

مگر اس واضح توحید کامل کا کہیں مفصل ذکر موجود نہیں چنانچہ وہ اپنی اس بات کا انجیل سے ثبوت پیش نہ فرما سکے اور اسے تشنہ ہی رہنے دیا ہے دراصل وہ انجیل سے ایسا دکھا بھی نہیں سکتے تھے۔ بہرحال جناب پادری برکت اللہ صاحب کو یہ امر مسلم ہے کہ سورۃ اخلاص میں توحید کامل کا ذکر بالوضاحت کیا گیا ہے

مگر جناب پادری عبد الحق صاحب! آپ کو سورۃ اخلاص کی یہ واضح توحید نظر نہیں آئی اور آپ نے حقیقت کے خلاف یہ جواب دیا تھا کہ سورۃ اخلاص میں سوائے سراب کے رکھا ہی کیا ہے۔ آپ کو سورۃ اخلاص کے صرف منفی فقرات ہی نظر آئے اور مثبت فقرات یعنی توجیہ تعنیہ قل ھو اللہ ھو احد اللہ الصمد دکھائی نہیں دیئے۔ ملاحظہ ہو مباحثہ جہلم۔ آخر اس کی کیا وجہ ہوئی۔ سارے قرآن کریم کی طرح سورۃ اخلاص میں مثبت و منفی ہر دو طرح توحید کی وضاحت کی گئی ہے جو بات جناب پادری برکت اللہ صاحب کو نظر آ رہی ہے وہ آپ کو کیوں نظر نہ آئی۔

خیر اگر پہلے نظر نہ آئی تھی تو اب آپ کو نظر آ جانی چاہیئے۔ ہاں آپ پادری برکت اللہ صاحب سے دریافت فرمائیں کہ منفی و مثبت پہلوؤں پر مشتمل کامل توحید کا واضح ذکر انجیل کے کس حصہ میں ہے ذرا ہمیں بھی اس سے روشناس کروائیں۔ اگر اسمیں بھی ایسی واضح توحید کا واضح ذکر موجود ہے تو پھر تثلیث جیسے تعدد کے کیا معنے ہیں؟ مذہب میں خدا تعالیٰ کی صفات اور ان کا تعدد تو اسلام میں بھی ہے قرآن نے صاف وضاحت کی ہے للہ الاسماء الحسنیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات حسنہ ہیں گویا اسلام نے تعدد صفات الہٰیہ کو تسلیم کیا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ اسکی صرف ایک ہی صفت ہے۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کریم نے وضاحت نہیں کی درست نہیں۔ جناب پادری عبد الحق صاحب آپ بھی مانتے ہیں کہ واحد مطلق کا وجود محال ہے منطق اسبابات کو تسلیم نہیں کرتی کہ کوئی ایک وجود ایسا موجود ہو جس میں کسی قسم کی کثرت نہ ہو۔ پادری صاحب کا مدعا بخلاف تعدد الٰہ کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث سے مراد یہ ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ نہ کہ متعدد۔ البتہ خدا کی صفات متعدد ہیں یعنی خدا۔ روح القدس اور مسیح تین صفات ہیں نہ کہ تین الگ الگ خدا۔ گویا آپ کے نزدیک خدا واحد مطلق نہیں

اس کے اندر اسی طرح یہ تین صفات ہیں جس طرح اسلام کے نزدیک خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات ہیں۔

ہمیں پادری صاحب موصوف سے اس امر میں تو اتفاق ہے کہ ہر چیز میں اس کی صفات کی کثرت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ میں بھی اس کی صفات کی کثرت ہے مگر ساری بائیبل میں تو کہیں بھی اس کی مزعومہ تثلیث کا کوئی ذکر تک نہیں بائیبل نے تو کبھی بھی خدا تعالیٰ کی صفات کو ان تین صفات میں محدود نہیں بتایا۔ بلکہ اس نے تو خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات بتا رکھی ہیں۔ اگر بیٹے میں بھی بقول آپ کے مسیح ہی کا ظہور تھا تو کیوں نہ انہوں نے تثلیث کی ان تین صفات کی تعیین کی۔ اس تعیین کے بیان نہ کرنے کی کیا وجہ تھی۔ اس وقت اس کی کیوں ضرورت نہ تھی؟ اس کے علاوہ مسیح نے بھی نہیں فرمایا کہ میں خدا کی تین صفات میں سے ایک صفت ہوں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ بائیبل کے عہد عتیق و عہد جدید ہر دو میں ذاتی وجودی تثلیث و صفاتی تثلیث کا نام و نشان نہیں بلکہ واحد خدا اور اس کی بہت سی صفات کا ذکر ہے چنانچہ جب حضرت مسیح کے یہ دریافت کرنے پر کہ تم میرے نیک کاموں میں سے کسی نیک کام کی وجہ سے مجھے صلیب دیتے ہو۔ یہود نے جواب دیا کہ تیرے اس کفر کی وجہ سے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے آپ نے فرمایا کہ

"کیا تمہاری اس شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ میں نے کہا کہ تم خدا ہو جبکہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر بکتا ہے اسلئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں"۔

(یوحنا ۱۰: ۳۴ تا ۳۶)

اس جواب میں حضرت مسیح نے بتلایا ہے کہ میں نے اپنے خدا کے حکم سے اپنے آپ کو خدا کا بیٹا اسی طرح قرار دیا ہے جس طرح دوسرے ملہمین و مکلمین کو داؤد کی زبور ۸۲:۶ میں خدا اور خدا کے فرزند قرار دیا گیا ہے گویا انہوں نے اپنے آپ کو انہی ملہمین و مکلمین کی قطار میں ہی شمار کیا ہے نہ کہ ان سے الگ قسم کا حقیقی خدا یا اس کا بیٹا یا اس کی صفت۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں تو خالص اللہ یا خدا یا اس کا بیٹا یا اس کی صفت ہوں اور باقی مکلمین تو "الٰہ" ہیں یا میں تو حقیقی خدا ہوں اور دوسرے ملہمین سے بالکل دیگر ہیں۔ حضرت مسیح کا اشارہ زبور کی اس عبارت کی طرف ہے جس میں لکھا ہے کہ

"میں نے کہا تم الٰہ ہو اور تم سب حق تعالیٰ کے فرزند ہو"۔

اس عبارت میں تمام ملہمین کو "الٰہ" اور خدا کے فرزند قرار دیا گیا ہے اور حضرت مسیح نے بھی اپنے آپ کو ان جیسا "الٰہ" ہی بتایا ہے نہ کہ "اللہ" یا حقیقی خدا۔

مدیر ھدٰی کے خیال میں مسیح "اللہ" تھا اور دیگر مکلمین صرف "الٰہ" تھے۔ یہ مدیر محترم کا ذاتی خیال ہے جس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ایسا ہی جناب پادری برکت اللہ صاحب کا خیال بھی کہ حضرت مسیح حقیقی خدا ہے اور باقی "الٰہ" و "خدا کے فرزند" یعنی لے پالک و غیر حقیقی خدا ہیں بلا ثبوت ہے۔ جناب پادری صاحب ہم آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ متعدد صفات کی وجہ سے کسی واحد چیز کو متعدد قرار دیتے ہیں تو یہ بہت بڑی لغزش ہے جناب پادری صاحب آپ کا مدعا یہ ہے کہ اسلام ایک خدا یا ان کو بھی اس کی بہت صفات کا قائل ہے اور عیسائی بھی اسے ایک خدا قرار دے کر اس کی تین صفات (خدا۔ روح القدس۔ مسیح) مانتے ہیں گویا آپ کے نزدیک عیسائی بھائی تو توحید فی التثلیث یا تثلیث فی التوحید کے قائل ہیں اور اسلام توحید فی الکثرت اور کثرت فی التوحید کا قائل ہے۔ اگر عیسائی عقیدہ پر کوئی حرف آتا ہے تو بدرجۂ اولیٰ اسلام پر بھی آتا ہے آپ کا مدعا ہے کہ اسلام بھی توحید مطلق یعنی توحید کا جس کے ساتھ کثرت نہ ہو قائل نہیں بلکہ اس کے ساتھ کئی صفات کا قائل ہے پھر عیسائیت کی توحید پر جس کے ساتھ صرف تین صفات کا تصور ہے کیسے اعتراض ہو سکتا ہے نہ مطلق واحد اسلام میں ہے نہ مطلق وحدت عیسائیت میں ہے مگر دراصل پادری صاحب یہ آپ کی غلطی ہے کہ آپ الگ الگ تین وجود مان کر ان کے تین وجودوں کو اس کی تین صفات قرار دیتے ہیں۔ اور اس طرح تین کو ایک بنا لیتے ہیں اور ایک کو تین کیا آپ نے کبھی کسی فرد واحد کی صفات کی وجہ سے اسے متعدد تسلیم کیا ہے۔ زید ایک شخص ہے جس کی بہت سی صفات ہیں کیا آپ نے کبھی اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ واحد زید کثیر ہے؟ ایک چیز ایک ہی کہلاتی ہے۔ خواہ اس میں کس قدر صفات موجود ہوں۔ حضرت مسیح نے کبھی اس امر کا اظہار نہیں فرمایا کہ وہ تین خداؤں میں سے ایک ہیں۔ نہ انہوں نے کبھی یہ فرمایا ہے کہ وہ خدا کی تین صفات میں سے ایک صفت ہیں۔ نہ ہی بائیبل کے سابقہ صحف میں ایسی تعلیم موجود ہے۔ پھر یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ تین صفات سے خدا تعالیٰ محدود قرار پاتا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ یہ پادریوں کی طرف سے شکست کا اعتراف ہے کہ انہوں نے اپنے تین قرار دادہ خداؤں کو تین صفات قرار دے لیا ہے اور تثلیث فی التوحید کا ڈھونگ رچا لیا ہے گویا آپ نے تین خدا ایک خدا میں محصور کر لئے ہیں اس طرح انہوں نے اسلامی توحید کی برتری کا برملا اقرار کر کے ہار مان لی ہے ورنہ کہاں عیسائیت کی تثلیث اور کہاں اسلام کی توحید کامل۔ ایک کا ذکر تو دراصل اپنی خفت کو مٹانے کے لئے ہے کیونکہ انسانی فطرت صحیحہ ایک سے زیادہ خداؤں کے تصور کو دھتکارتی ہے۔ چونکہ پادریوں کی ضمیر ان کو اندر سے ملامت کرتی ہے اس لئے وہ جھٹ اسلامی توحید کا سہارا ڈھونڈنے لگ جاتے ہیں۔ ہمارا مشورہ ہے کہ وہ خواہ مخواہ بکھیڑوں میں نہ پڑیں بلکہ سیدھی سی توحید اسلامی کو قبول کر کے راہ راست پر آجائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کے سینوں کو کھول دے اور انشراح صدر عطا فرمائے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔

(۳) جناب پادری عبد الحق صاحب نے اپنے مسیحی ہونے کی تیسری دلیل یہ بتائی ہے کہ اسلام میں صرف خدا اللہ ہی کو ازلی مانا جاتا ہے۔ حالانکہ ازلی خالق خدا کے ساتھ کسی خاص ازلی مخلوق کا بھی ہونا لازمی و ضروری ہے اور وہ آپ کے نزدیک مسیح ناصری ہیں مگر آپ نے ہشیاری یہ کی ہے کہ مسیح کی ازلیت کا کوئی عقلی اور واقعاتی ثبوت پیش نہیں کیا۔ صرف لوگوں کی خلاف عقل سنی سنائی باتوں کو سہارا سمجھ لیا ہے۔ اگر مسیح بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ازل سے موجود ہے تو پادریوں کو چاہیے کہ وہ اس کا کوئی قابل قبول ثبوت بہم پہنچائیں کسی کا صرف یہ کہہ دینا کہ مسیح ہمیشہ سے خدا کے ساتھ تھا یا اس کے واسطہ سے ساری مخلوق پیدا ہوئی ہے بلا ثبوت ہے۔ حضرت مسیح نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اور وہ ایسا خلاف واقعہ دعویٰ کیونکر کر سکتے تھے جبکہ وہ اس کی ایک حادث مخلوق ہے۔

جناب پادری صاحب دراصل آپ کو یہ مغالطہ لگ گیا ہے۔ خدا بے شک ازلی ہے اور خالق بھی وہ ازل سے خلق پیدا کرتا چلا آیا ہے وہ بے شک ہمیشہ ہی مخلوق پیدا کرتا چلا آیا ہے۔ وہ بے شک ہمیشہ ہی مخلوق پیدا کرتا رہا ہے۔ مگر اس میں سے کسی مخلوق کو قدامت حاصل نہیں۔ خلق کے بعد فنا اور فنا کے بعد نئی خلق کا سلسلہ جاری رہا ہے گویا خلق کو قدامت نوعی حاصل ہے مگر کوئی بھی خاص مخلوق ازلی و ابدی نہیں۔ حضرت مسیح آپ کے نزدیک بھی مخلوق ہے وہ ازلی نہیں کسی مخلوق وجود کی صفت خلق اس کے ازلی کے خلاف ہے صفت ازلیت اور مخلوقیت دو متضاد صفات ہیں وہ کسی ایک وجود میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ پھر واحد ازلی خالق خدا کیونکر ازلی مخلوق بن گیا؟ آپ پر لازم ہے کہ حضرت مسیح کی ازلیت کا کوئی ثبوت دیکر ممنون فرمائیں۔

(۴) چوتھی وجہ جو آپ کے اسلام سے دور ہونے کا موجب ہوئی ہے آپ نے یہ بتلائی ہے کہ ازلی خدا اور انسان کے درمیان واسطہ فرشتہ قرار نہیں دیا جا سکتا آپ کے نزدیک ازلی و غیر محدود خدائے خالق سے محدود و حادث مخلوق انسان کا الہام پانا محال ہے آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فرشتہ واسطہ ہو تو اس فرشتہ کے لئے ایک اور فرشتہ کے واسطہ کی ضرورت پڑے گی۔ اور اس طرح تسلسل لازم آئے گا جو محال اور باطل ہے اسلئے استفادہ الہام کے لئے ایسے درمیانی واسطہ کی ضرورت ہے جو ایک طرف ازلی غیر محدود ہونے کی وجہ سے خدا سے استفادہ کرے اور الہام پائے اور دوسری طرف حادث و محدود ہونے کی وجہ سے انسان کو افادہ پہنچائے۔ جناب پادری صاحب آپ کے نزدیک حادث و محدود بندہ کے لئے ازلی و غیر محدود ذات الٰہی سے الہام و عرفان کا پانا محال ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ پہلے انبیاء کس طرح بغیر واسطہ الہام پاتے رہے اور اگر ان کو بھی مسیح کے واسطہ سے الہام ملتا تھا تو اس کا کیا ثبوت ہے اور اگر آپ کے نزدیک ان انبیاء میں بھی مسیح ہی کا ظہور تھا تو آپ کے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟

درخواست دعا

کشمیر میں آج کل بارش کی بہت سخت ضرورت ہوتی ہے ورنہ فصلوں کے نقصان کا اندیشہ ہے۔ جملہ بزرگان جماعت اور درویشان قادیان سے دعا کی التجا ہے۔ خدا تعالیٰ کشمیر میں اپنی رحمت کی بارش برسائے۔ آمین۔ خاکسار عبد المومن متعلم درجہ رابعہ مدرسہ احمدیہ قادیان

سینما مخرب اخلاق ہے

از مکرم مولوی بشارت احمد صاحب بشیر مبلغ جماعت احمدیہ یادگیر

ہر دور میں بعض برائیاں اور خرابیاں اپنے عروج پر رہی ہیں جنہوں نے اخلاق اور معاشرہ اور قوم کو اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کیا۔ ایسے ہی دور میں اللہ تعالیٰ اپنے کسی مصلح کو مبعوث فرماتا ہے جب "ظہر الفساد فی البر والبحر" کا دور دورہ ہوتا ہے یہ بات مسلّم ہے کہ آجکل سینما مخرب الاخلاق ہے اس سے گناہوں کی تحریک ہوتی ہے۔ دیکھنے والے کے ذہنوں میں برے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موجودہ دور میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور جماعت احمدیہ کو قائم کیا جس نے حقیقی اسلامی معاشرہ کو دنیا میں قائم کیا۔ اس لئے اس کے ہر دو رکن کیلئے سینما دیکھنا سخت قبیح فعل ہے۔ نوجوانوں کے لئے سم قاتل ہے

مسلمانوں کی حالت

آج مسلمان جہاں گوناگوں بدعات شرک میں مبتلا ہیں وہاں کوئی ایسی خرافی نہیں جو اُن میں پائی نہ جاتی ہو۔ گذشتہ ایک سو سال سے مسلمان شعراء و ادیب اس بات پہ آنسو بہاتے آئے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا ؎

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

غرضیکہ ڈاکٹر اقبال کے نزدیک مسلمان مسلمان ہی نہ تھے۔ چونکہ ڈاکٹر اقبال نے مسلمانوں کا خوب جائزہ لیا تھا۔ نیز آپ نے ایک دوسری جگہ مسلمانوں کو یوں مخاطب کیا کہا ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

مسلمان روتے ہی رہ گئے لیکن اس کا کچھ مداوا نہ کر سکے پچھلے پچاس سال میں مسلمان اکابرین نے بڑی انجمنیں قائم کیں۔ سوسائٹیاں بنائیں کہ ان برائیوں کا انسداد کیا جائے۔ لیکن وہ سب حرفِ غلط کی طرح مٹ گئیں لیکن انہوں نے اس عظیم تحریک کی طرف نگاہ نہ اٹھائی جس کو خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی کے آغاز میں ان برائیوں کے انسداد کیلئے قائم کیا تھا۔ جس تحریک کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ انہوں نے ایک ایسا نظام قائم فرمایا جس کی بدولت آج نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ [illegible] افریقہ کے صحراؤں میں وہ انقلاب رونما ہوا ہے جس سے دنیا ایک ورطۂ حیرت میں پڑی ہے۔ آج اس نظام کو قائم ہوئے اسی برس اوپر کا عرصہ ہوتا ہے۔ اور اس جماعت نے جو اخلاقی کمزوریوں کے دور کرنے کیلئے اقدام کئے اور اس کے جو نتائج نکلے کاش اس سے آج کا مسلمان آگاہ ہوتا اور اس الٰہی [illegible] کے قبول کرنے کیلئے اس کا دل کھل جاتا تو یہ رونا ہرگز نہ رہتا جو آئے دن [illegible] رویا جاتا ہے۔ [illegible] خاکسار اخبار [illegible] مورخہ ۲۵ [illegible] ایک اقتباس نقل کرتا ہے جس سے قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ مسلمان [illegible] کس شاہراہ پر جا رہے ہیں۔ کیا یہی اسوۂ نبی تھا۔ کیا یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا نمونہ تھا۔

اخبار نشیمن

مورخہ ۲۵ [illegible] لکھتا ہے "گذشتہ ہفتہ ہم نے بمبئی میں پکڑی جانے والی ایک لڑکی کی دردناک کہانی لکھی تھی اور بتایا تھا کہ سماج میں جو بھی برائیاں پھیل رہی ہیں اُن کا سبب اصل میں فلمیں ہیں، اور اُن کے لچر اور فحش گیت ہیں۔ محرم کے مہینے میں ایک جگہ شادی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ "دلہا جی" کے آنے میں دیر ہوگئی لہٰذا انتظار کرنا پڑا اس انتظار کے دوران [illegible] مجلس کی بیزاری کو دور کرنے کے لئے جو فلمی ریکارڈ بجائے گئے اُن کے بول ذیل میں پیش کر رہا ہوں۔ اور فیصلہ قارئین پر چھوڑ رہا ہوں کہ وہ خود فیصلہ کریں کہ ایسے گیت ہمارے لڑکے لڑکیاں سنیں گے تو اُن کے دل و دماغ پر کیا اثر پڑے گا۔ اور وہ اُن گانوں کا کیا مطلب لیں گے۔ اُن میں [illegible] نفسانی خواہشات پیدا ہوں تو اُن کا کیا انجام ہوگا۔ پھر یہ سوال بھی اٹھ کھڑا ہوتا ہے کیا ایسے ریکارڈ بجانے کی کوئی مسلمان اجازت دے سکتا ہے اور کیا کوئی مسلمان ان ریکارڈوں کو خریدنے کی جرأت کر سکتا ہے کیا محلے والے ان ریکارڈوں کو آواز بلند بجاتے ہوئے دیکھ کر خاموش رہ سکتے ہیں۔ اور اگر سب کچھ ہو سکتا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی حمیت مرچکی ہے اور وہ اب ناکارہ ہو [illegible] لکھتے افسوس کی بات ہے کہ مسلمان اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی چلا رہے ہیں اور اپنے گھروں کو خود ہی آگ لگا رہے ہیں۔ میں تمام مسلمانوں سے اور خصوصاً نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اب خاموش نہ رہیں اس بے حیائی اور بے شرمی کے خلاف آواز بلند کریں اور ایسی شادی جہاں بے شرم اور بے حیا ریکارڈوں کو بجایا جائے شرکت کرنے سے انکار کر دیں۔" وہ گانے مندرجہ ذیل تھے:-

پردہ اُٹھنے والا ہے، تماشہ ہونے والا ہے
منتر چلنے والا ہے، جادو ہونے والا ہے

---

(۲) اچھا نواب ہم چلتے ہیں۔ ہو کب سے گئے جہاں تم کہو گے۔ کہاں؟ وہاں جہاں کوئی آتا جاتا نہ ہو۔

---

(۳) آؤ تمہیں میں پیار سکھا دوں، سکھلا دوں نا
پریم نگر کی راہ دکھا دوں، دکھلا دوں نا

قارئین کرام مذکورہ بالا اقتباس اور فحش گانے سے اندازہ لگائیں کہ واقعی ہی سینما اخلاق کا دشمن ہے۔ بدی کا منبع ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ نشیمن نے بڑی فراخدلی سے لکھ تو دیا لیکن اس کے انسداد کی کوئی مستقل راہ نہ بتا سکا۔ لیکن اس برائی کے انسداد کے لئے جماعت احمدیہ کے دوسرے خلیفہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسیح الثانی نے آج سے چالیس سال قبل اپنی جماعت کو سینما بینی سے منع کیا اور آپ نے متعدد خطبات میں واضح فرمایا کہ سینما بینی اخلاق کو خراب کرنے والی ہے کاش!! اگر آپ کی آواز پر مسلمان بھی لبیک کہتے تو آج اتنی بڑی خرابیوں کے کنارے پر نہ پہنچتے۔ اللہ تعالیٰ اب بھی ان کو بصیرت عطا فرمائے تا وہ اس نور سماوی سے مستفیض ہوں۔

ارشادات خلیفۃ المسیح الثانیؓ

آپ فرماتے ہیں:-

سینما اور تماشے

ان کے متعلق ساری جماعت کو حکم دیتا ہوں کہ کوئی احمدی کسی سینما، سرکس، تھیٹر وغیرہ غرضیکہ کسی تماشہ میں بالکل نہ جائے اور اس سے کلی پرہیز کرے ہر مخلص احمدی جو میری بیعت کی قدر و قیمت کو سمجھتا ہے اُسے [illegible] یہ سینما یا کوئی اور تماشہ وغیرہ دیکھنا یا کسی اور کو دکھانا ناجائز ہے۔"

سرکاری ملازمت

مستثنیٰ صرف وہ لوگ ہیں جو سرکاری ملازم ہیں اور ان کو خاص سرکاری تقریبوں پر ایسے تماشوں میں جانا پڑے لیکن اگر لازمی نہ ہو تو پھر انہیں چاہیئے کہ خواہ مخواہ دوسروں کو انگشت نمائی کا موقع نہ دیں ایسی جگہ جانے کی جو بدنامی کا موجب ہو کوئی ضرورت نہیں سینما کے متعلق میری رائے ہے کہ نقصان دہ چیز ہے موجودہ فلموں کو دیکھنا ملک اور قوم کے اخلاق تباہ کرنا ہے اسلئے قطعاً ممنوع ہونا چاہیئے مگر میں ہمیشہ کیلئے اس کی ممانعت نہیں کرتا کیونکہ یہ حرمت کی صورت ہو جاتی ہے۔ فی الحال مفسد دینی کے لحاظ سے اس کی ممانعت کرتا ہوں۔ نمائش وغیرہ کے موقع پر تجارتی حصہ کو دیکھنا جائز ہے۔ کپڑے [illegible] دیکھو، دوسری چیزوں کو دیکھو اپنے لئے اور اپنے خاندان کیلئے باتیں کماؤ مگر تماشہ کا حصہ دیکھنا جائز نہیں۔"

(خطبہ جمعہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء
الفضل جلد ۲۲ نمبر ۶۶ [illegible])

ملازم سینما

"اگر سینما میں کوئی احمدی ملازم ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روزی کسی اور جگہ میں رکھی ہو تو اسے سینما وغیرہ دیکھنے کیلئے جانا ہوگا مگر وہ تماشہ وغیرہ دیکھنے نہ جائے کیونکہ یہ امر اضطراری نہیں بلکہ لازمی ہے۔ میں نے [illegible] تین سال تک [illegible] احتراز کرنے [illegible] مطلب نہیں کہ تین سال کے بعد [illegible] اجازت دے دوں گا۔ [illegible] نے کہا تھا اس کے بعد [illegible] مشورہ کر کے [illegible] کیا جائے گا۔"

(خطبہ جمعہ ۱۵ نومبر [illegible]
الفضل [illegible] نمبر ۳ [illegible])

[illegible] کی مستقل ممانعت

[illegible] بھی نکل سکتا ہے کہ [illegible] سال تک کیلئے ہے [illegible] برائی کے متعلق دس سال یا بیس سال [illegible] جہاں کوئی خرابی ہو وہ کسی میعاد سے تعلق نہیں [illegible] آپ لوگوں کی عادت چھڑانی ہے۔ اگر [illegible] اصل حقیقت [illegible] بعض نوجوان جن کے ایمان مزدور [illegible] ان پر عمل کرنے میں تامل کرتے [illegible] نے پہلے تین سال کیلئے ممانعت کی

اور جب عادت ہٹ گئی تو مزید سات سال میں نے مخالفت کی اور اس کے بعد چونکہ عادت بالکل ہی نہیں رہے گی۔ اس لئے دوست خود ہی کہیں گے کہ جہنم ہی جائے سینما اس پر پیسے خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

پس سینما اپنی ذات میں بُرا نہیں بلکہ اس زمانہ میں اس کی جو صورتیں ہیں وہ مخرّب الاخلاق ہیں اگر کوئی فلم کلی طور پر تبلیغی ہو یا تعلیمی ہو اور اس میں کوئی حصہ تماشا وغیرہ کا نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ میری رائے یہی ہے تماشہ تعلیمی بھی ناجائز ہے۔ ہر کوئی حرکت خواہ وہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کا مقصد تماشہ دکھانا ہو تو وہ ناجائز ہے مگر سینما تو مخرب الاخلاق ہونے کی وجہ سے ہی ناجائز قرار دیا گیا ہے اگر کوئی شخص ہمالیہ پہاڑ کے نظاروں کی فلم تیار کرے اور وہاں کی برف درخت، چشمے وغیرہ دکھائے جائیں۔ اس کی چٹانوں، غاروں یا چوٹیوں کا نظارہ ہو چونکہ یہ چیز علمی ترقی کا موجب ہوگی میں اس سے نہیں روکوں گا۔ جس چیز سے ہم روکتے ہیں وہ اخلاق کو خراب کرنے والا حصہ ہے۔ لیکن اس کی دوبارہ اجازت کا خیال آپ لوگوں کو دل سے نکال دینا چاہئے۔“

(تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجلس مشاورت منعقدہ ۹ اپریل ۱۹۳۹ء صفحہ ۸۷)

سینما بدترین لعنت ہے

میرا خیال ہے کہ اس زمانہ کی بدترین لعنت ہے۔ اس نے سینکڑوں شریف گھرانوں کے لڑکوں کو گویا اور سینکڑوں شریف خاندانوں کی لڑکیوں کو ناچنے والی بنا دیا ہے سینما والوں کی غرض تو روپیہ کمانا ہے نہ کہ اخلاق سکھانا اور وہ روپیہ کمانے کے لئے ایسے لغو اور بے ہودہ فلم اور گانے پیش کرتے ہیں۔ جو اخلاق کو سخت خراب کرنیوالے ہوتے ہیں اور شرفاء۔ اُن میں جاتے ہیں تو ان کا مذاق بھی بگڑ جاتا ہے اور اُن کے بچوں اور عورتوں کا ذہن کو وہ سینما دیکھنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور سینما کے اخلاق پر ایسا تباہ کن اثر ڈال رہے ہیں کہ جب تک ہوں میرا منشا کرنا ڈانگ رہا اگر مخالفت نہ کروں تو بھی مومن کی روح کو خود بخود اس سے نفرت کرنی چاہیئے۔“

(خطبہ جمعہ ۸ دسمبر ۱۹۴۴ء)

(الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ان ارشادات کے بعد ہر احمدی لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس لعنت کو اپنے سر پر سوار نہ ہونے دے اور ہر ماں باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح نگہداشت کریں اور اس عظیم لعنت سے دور رہنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم فرماتا ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا کہ اے مومنو! خود بھی بچو اور اپنے اہل و اقارب والوں کو بھی اس آگ سے بچاؤ یہ ایک عظیم ذمہ داری ہے جس کے بارہ میں قیامت کو حساب ہوگا۔ ہر حاکم معاشرہ اور ہر گھر کا مالک جوابدہ ہوگا۔ جیسا کہ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ کُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِیَّتِہٖ۔ تم سے ہر ایک حکمران ہے۔ وہ اپنے محکوموں کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔ ہر احمدی بھائی اور ہر احمدی بہن ہر احمدی باپ اور ہر احمدی ماں پر فرض ہے کہ وہ حضور کے ان ارشادات کی پابندی خود بھی کرے۔ اور دوسروں کو بھی تلقین کرے۔

آخر میں احباب کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جماعت کی سب نسلوں کو اعلیٰ اور بلند اخلاق عطا فرمائے اور ہر قسم کی بدی اور برائی سے محفوظ رکھے۔ ہمیشہ اور ہمارے نیک نمونہ سے دوسرے مسلمان بھی سبق حاصل کریں۔ آمین

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

دُعائے مغفرت

عزیزم محمود احمد صاحب بنگلور کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مورخہ ۱۹/۶ بروز ہفتہ چار بجے ان کے والد مکرم ڈاکٹر محمد امام صاحب وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ڈاکٹر محمد امام صاحب نے قادیان میں مولوی فاضل تک تعلیم پائی تھی اور ایک لمبا عرصہ جماعت بنگلور میں سیکرٹری مال کے عہدہ پر خدمت انجام دیتے رہے۔ اسی سال حج بیت اللہ کا فریضہ بجا لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

میں احباب جماعت کی خدمت میں مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ نیز ان کی بیوہ اور بچوں کے لئے۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل دے اور حافظ و ناصر ہو۔

خاکسار مرزا وسیم احمد قادیان

اعلاناتِ نکاح

۱۔ مورخہ ۸ مئی ۱۹۷۱ء بروز شنبہ مسجد احمدیہ کیرنگ میں میرے بڑے بیٹے عزیز محمد حلیم سلمہ کا نکاح ہمراہ عزیزہ قدسیہ بیگم بنت برادرم مکرم علی خان صاحب ساکنہ وہ بعوض پانچ ہزار روپیہ حق مہر۔ اور

۲۔ مورخہ ۴ جون ۱۹۷۱ء بروز جمعہ مسجد احمدیہ کلکتہ میں میرے منجھلے بیٹے عزیز محمد شمیم سلمہ اللہ کا نکاح ہمراہ عزیزہ راشدہ پروین بنت برادرم محترم جناب مولوی محمد سلیمان صاحب ساکنہ جمشید پور بعوض اڑھائی ہزار روپیہ حق مہر۔ مکرم مولوی حکیم محمد الدین صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے پڑھا۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانبین کے لئے یہ تعلق موجب خیر و برکت و مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔

خاکسار محمد سلیم خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ نزیل کلکتہ

نوٹ:۔ سہو کتابت کے سبب ہر دو اعلانات گذشتہ اشاعت میں مکمل طور پر شائع نہیں ہو سکے جس پر ادارہ معذرت خواہ ہے۔

نیز مبلغ ۲۵/- روپے محترم مولانا محمد سلیم صاحب فاضل اور مبلغ ۵/- روپے محترمہ اہلیہ صاحبہ مکرم مولوی محمد سلیمان صاحب کی طرف سے اعانت بدر میں موصول ہوئے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

۳۔ مورخہ ۲۹/۵ کو عزیزم محمود احمد ولد ڈاکٹر محمد امام صاحب کا نکاح مسماۃ عزیزہ رحیم النساء بنت میر عبد الجلیل صاحب مرحوم کے ہمراہ بعوض ایک ہزار روپیہ مہر جناب مولوی فیض احمد صاحب مبلغ جماعت احمدیہ شیموگہ نے پڑھا۔ اس خوشی میں مکرم ڈاکٹر محمد امام صاحب نے ۵/- روپیہ اعانت بدر میں ادا فرمائے ہیں اور ۲۵/- روپیہ مسجد فنڈ بیرون ممالک میں ادا فرمائے ہیں۔

۴۔ مورخہ ۳۰/۵ عزیزم شیخ محمود احمد ولد الحاج شیخ عبد الجبار صاحب کا نکاح مسماۃ عزیزہ مجیدہ خاتون بنت جناب ایس۔ اے بشیر احمد صاحب ساگر کے ہمراہ بعوض ایک ہزار روپیہ مہر پر جناب ڈاکٹر محمد امام صاحب سیکرٹری مال بنگلور نے پڑھا۔ اس خوشی میں مکرم ایس۔ کے عبد الجبار صاحب نے مبلغ ۲۵/- روپیہ مسجد فنڈ بیرون ممالک اور ۵/- روپیہ اعانت بدر میں ادا فرمائے ہیں۔

ہر دو رشتوں کے جانبین کے لئے بابرکت ہونے اور مثمر ثمرات حسنہ بننے کے لئے جملہ بزرگان و احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار اختر حسین سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ شیموگہ

ضروری اعلان

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کے لئے تحریر ہے کہ ایک رسید بک نمبر ۲۸۸ جو مرکز سے جماعت احمدیہ کالابن کوٹی ضلع پونچھ کے نام جاری کی گئی تھی گذشتہ سال سے گم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ کوئی دوست اس رسید بک پر چندہ ادا نہ کریں۔ نظارت ہذا اس رسید بک کو کالعدم قرار دیتی ہے۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

”مناریٹ“

ایک سہ ماہی انگریزی رسالہ ہے جس کا سالانہ چندہ تین روپے ہے۔ انجمن احمدیہ ویسٹ سلک سٹریٹ کی طرف سے شائع کیا جانے والا ہندوستان بھر میں انگریزی زبان میں یہ واحد مذہبی رسالہ ہے۔ جو خالصتاً اسلام اور احمدیت کی خوبیوں کو آشکار کرنے کے لئے وقف ہے۔

ملنے کا پتہ:۔ کوارٹری۔ انجمن احمدیہ ویسٹ سلک سٹریٹ کا لیکٹ۔

اِداریہ .... بقیہ صفحہ (۲)

دوسری حدیث کو ملا کر دیکھئے جہاں فرمایا کہ مَن لم یرحم صغیرنا ولم یعرف حق کبیرنا فلیس مِنّا۔ یعنی جو شخص ہمارے چھوٹوں سے شفقت سے پیش نہیں آتا اور بڑوں کے حق کا لحاظ نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔

پہلی حدیث کا ظاہر و باہر مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح اولاد کا کام ہے کہ اپنے والدین کی اطاعت کرے۔ عزّت و احترام کے ساتھ پیش آئے۔ اسی طرح چھوٹے بہن بھائیوں کا بھی فرض ہے کہ بڑے بھائیوں کی عزّت و توقیر کریں اُن کا کہا مانیں —— یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی طرح بڑے بھائیوں کا چھوٹے بھائیوں پر ایک حق قائم کر دیا۔ لیکن دوسرے پہلو سے بڑے بھائیوں کو اپنے چھوٹے عزیزوں سے شفقت و رحمت کا سلوک کرنے کی تاکید کی۔ اور جانبین کے اپنے اپنے دائرہ کے فرائض بجالانے سے دوسرے کے حقوق خود بخود وصول ہوں گے۔

(۳) اسی طرح حق المسلم علی المسلم سِتٌّ کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ قسم کے حق واجب ہیں۔ جن کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ

(۱) باہمی ملاقات کے وقت السلام علیکم کہو (۲) دعوت کرے تو قبول کرو۔ (۳) خیر خواہی چاہے تو خیر خواہی کرو۔ (۴) چھینک آنے پر خدا کی حمد کرے تو جواب میں اسے بھی دُعا دو۔ (۵) بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کے لئے جاؤ۔ (۶) فوت ہوجائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ۔

اب یہ چھ حقوق ہیں ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان کے ذمّہ، لیکن یہ حقوق اُسے کیونکر وصول ہوں گے؟ اسی طرح کہ دوسرا مسلمان بھائی انہی چھ صورتوں میں اپنے فرضِ منصبی کو پہچانتے ہوئے ان ذمہ داریوں کو ادا کرے۔

حقوق و فرائض کا دائرہ صرف نوعِ انسان ہی میں نہیں چلتا بلکہ اسلام نے تو اس کو اس قدر وسیع کر رکھا ہے کہ نوعِ انسان سے نکل کر حیوانات و نباتات بلکہ جمادات تک پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ

(۴) جانوروں کے حقوق کے تحفّظ کے سلسلہ میں ان سے متعلق افراد کو خاص تاکیدیں کی گئی ہیں مثلاً یہی کہ پالتو جانوروں کے چارہ اور پانی کی نگہداشت کی جائے۔ ان کو بھوکا پیاسا نہ رہنے دیا جائے۔ اُن کی طاقت سے بڑھ کر اُن سے کام نہ لیا جائے۔

(۵) نباتات کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کو مستحضر کیا جانا ہی کافی ہے جس کے تحت حضور نے درختوں کو بلا کسی اشد ضرورت یا مجبوری کے کاٹنے سے ممانعت فرمائی۔ حتیٰ کہ جنگی مہمات پر روانہ کرتے وقت صحابہ کو ہمیشہ اس بات کی تاکید کی جاتی رہی کہ دشمن کے علاقہ کے درخت نہ کاٹنا۔

(۶) جمادات کے حقوق و تحفظ میں ذیل کی متفق علیہ حدیث خاص طور پر قابلِ توجہ ہے:۔

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا دیکھو گزرگاہوں پر مجلس لگانے سے پرہیز کرو۔ صحابہؓ نے کچھ مجبوریاں پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ بسا اوقات ضروری بات چیت کے لئے ان مقامات میں بیٹھنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس پر فرمایا اگر ناگزیر صورت میں مجبوراً بیٹھنا ہی پڑے تو فاعطوا الطریق حقّہٗ۔ راستہ کو اس کا حق دو۔ صحابہ نے عرض کیا ما حق الطریق یا رسول اللہ؟ رستے کا ہم پر کیا حق ہے؟ فرمایا غضّ البصر وکفّ الاذیٰ ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر (متفق علیہ) —— آنکھ نیچی رکھنا۔ رستے میں پڑی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا۔ السلام علیکم کا جواب دینا۔ اور معروف بات کہنا اور منکر سے منع کرنا۔ یہ سب رستے کے حق ہیں۔ اور رستے پر مجلس لگانے والے کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کا لحاظ رکھے۔

اللہ! اللہ! کیسا پیارا انداز ہے بات سمجھانے کا اور اہم ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنے کا۔ کہ دیکھو رستہ زبانِ حال سے ہر شریف آدمی سے ان سب حقوق کا مطالبہ کرتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنے یہ ہوئے کہ جو کوئی راہ گذر پر بامر مجبوری مجلس لگائے اس پر ان ہر قسم کی ذمہ داریوں کو پورا کرنا فرض و واجب ہو جاتا ہے۔ جب وہ ادا کرے گا تو رستے کا حق خود بخود ادا ہو گیا۔

الغرض یہ چند نمونہ مثالیں ہیں جو انسانی معاشرہ کے مختلف شعبوں سے متعلق ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے کوئی انسان بھی حقوق و فرائض کے دائرے سے نکل نہیں سکتا۔ قدرتِ حق نے سبھی افراد کو اس طرح باہم جوڑ رکھا ہے کہ کوئی ایک بھی مشترکہ ذمہ داریوں کی ادائیگی سے اپنے تئیں مستغنیٰ نہیں کر سکتا۔ اور ان سب سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے دائرہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف متوجہ رہے۔ ایسا کرنے سے دوسرے فریق کے جو حقوق پہلے فریق پر واجب ہوتے ہیں خود بخود ملتے چلے جائیں گے۔ اس طرح پر امن ماحول میں جو معاشرہ تشکیل پائے گا سر۴

سر۴ وہ بلاشبہ پُر امن ہوگا۔ جس میں باہمی چپقلش یا انتہا پسندی کی تشدّد آمیز کارروائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور ہر طرف امن ہی امن ہوگا ——!!

اُذکرُوا موتاکُم بِالخَیر

مکرم میر جمال الدین صاحب مرحوم آف بھدرواہ

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی!

از مکرم خواجہ محمد صدیق صاحب فانی ڈسٹرکٹ ریکارڈ کیپر ڈوڈہ (کشمیر)

افسوس کہ مورخہ ۱۶ر فروری ۱۹۷۱ء بروز اتوار مکرم میر جمال الدین صاحب آف بھدرواہ اپنی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

محترم میر صاحب مرحوم بھدرواہ (کشمیر) کی جماعت کے ان چند ابتدائی احمدیوں میں سے [redacted] نے آج سے تقریباً چالیس سال قبل نامساعد حالات میں احمدیت کو لبیک کہا۔ اور بفضلہ تعالیٰ آخری وقت تک اس پر ثابت قدم رہے۔ قبولِ احمدیت کے ابتدائی زمانہ میں غیر احمدیوں اور مخالفین کے ہاتھوں صدہا قسم کی اذیتیں اٹھائیں مگر زبان پر کبھی حرفِ شکایت نہیں آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ بھدرواہ میں احمدیت قبول کرنا تو درکنار نام لینا بھی گردن کشی کے برابر سمجھا جاتا تھا۔

بھدرواہ میں اس وقت کے مشہور معاندین میں سے ملک عبدالرحمٰن صاحب عرائض نویس بھی تھے۔ جو مخالفینِ احمدیت کے سرغنہ اور روحِ رواں تھے۔ اپنی خانگی آسودہ حالی اور کوآپریٹو بنک کے سیکرٹری ہونے کی صورت میں پبلک میں اثر و رسوخ بھی رکھتے تھے۔ محترم میر صاحب مرحوم کو خاندانی طور پر اُن سے کچھ قرابت بھی تھی۔ اتفاق سے میر صاحب ان کے ماتحت بنک میں چپراسی لگ گئے۔ پہلے تو ملک صاحب مذکور نے میر صاحب کو احمدیت سے رجوع کرنے کی ترغیب دی۔ مگر جب اس میں کامیابی نہ ہوئی تو خواہ مخواہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ یہ صورت صرف گالی گلوچ اور طعنہ زنی تک محدود نہ رہی بلکہ بارہا میر صاحب کو سرِ بازار زد و کوب بھی کیا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس قسم کی شہہ دے کر ان سے بھی اذیتیں پہونچاتے رہے۔ اس طرح کی تمام تر کوشش کے باوجود میر صاحب کے ایمان و اعتقاد میں ذرّہ بھر جنبش نہ آئی اور اپنی ثابت قدمی اور صدقِ ایمانی کا جو ثبوت دیا وہ ہر حالت میں قابلِ تحسین رہا۔ جب کبھی بازار میں سے گزرتے یا کچہری میں اپنی ڈیوٹی پر جاتے تو معاندین جان بوجھ کر اُن سے تلخ کلامی سے پیش آتے اس پر میر صاحب مرحوم نہایت ہی وجد انگیز لہجہ میں بآوازِ بلند خوش الحانی سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار پڑھنا شروع کرتے ؎

دشمن کو ظلم کی برچھی سے تم سینہ و دل برمانے دو!
یہ درد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو
جب سونا آگ میں پڑتا ہے تو کندن بن کے نکلتا ہے
پھر گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دل جلتا ہے جل جانے دو
یہ تم کو حسینؓ بناتے ہیں اور آپ یزیدی بنتے ہیں!!
تم گالیوں سے کیوں ڈرتے ہو دشمن کو تیر چلانے دو

الغرض میر صاحب مرحوم تمام زندگی غربت و مسکینی میں گزرنے کے باوجود اپنی صدقِ ایمانی اور صبر و استقامت میں ایک مثال بنی رہی۔ تشویشناک حالات میں بھی نمازِ جمعہ کے لئے گرتے سنبھلتے مسجد میں پہونچ جاتے تھے۔ مرحوم کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ مرحوم کی ایک بیٹے محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔ اے درویش قادیان کے عقد میں ہیں۔ اس بیٹی کے علاوہ مرحوم نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چند معصوم بچے چھوڑے ہیں۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ محترم میر صاحب مرحوم کو جنّت الفردوس عطا کرے۔ اور پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے آمین۔

ضرورتِ رشتہ۔ میری دو لڑکیاں عمر ۱۵/۱۶، ۱۶/۱۷ میانہ قد۔ رنگ صاف نماز روزہ کی پابند تعلیم مڈل۔ اُردو بخوبی جانتی ہیں امورِ خانہ داری سے پوری واقفیت رکھتی ہیں ہر قسم کے زنانہ مردانہ کپڑے کاٹنا سینا اور مشین پر بہت عمدہ کڑھائی کرنا۔ ادشا سلائی سکول سے دونوں سیکنڈ ڈویژن پاس ہیں ان کے رشتہ کیلئے لڑکے تعلیم یافتہ۔ دیندار، برسرِ روزگار۔ رنگ صاف۔ نیک صالح اور شریف ہوں۔ اس پتہ پر خط و کتابت کی جاسکتی ہے۔ رفیع میڈیکل ہال۔ فیض آباد (یو۔ پی)

منظوری انتخاب عہدیداران جماعتہائے احمدیہ

مندرجہ ذیل عہدیداران کی یکم مئی ۱۹۷۱ء سے ۳۰ اپریل ۱۹۷۴ء تک کی تین سال کے لئے منظوری دی گئی ہے۔

ناظر اعلیٰ قادیان

جماعت احمدیہ قادیان

جنرل سیکرٹری — مکرم حکیم چوہدری بدرالدین صاحب عامل
صدر مجلس موصیان و سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — ″ مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری
سیکرٹری تعلیم — ″ مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد
سیکرٹری مال — ″ قریشی فضل حق صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ چوہدری عبدالسلام صاحب
سیکرٹری تحریک جدید — ″ چوہدری سکندر خان صاحب
سیکرٹری وقف جدید — ″ محمد ابراہیم خان صاحب حیدرآبادی
آڈیٹر — ″ چوہدری عبدالقدیر صاحب

جماعت احمدیہ ارکھ پٹنہ ضلع کٹک (اڑیسہ)

صدر و امین — مکرم منشی جبرائیل خان صاحب۔
سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — ″ منشی چھکو خان صاحب
سیکرٹری مال و سیکرٹری تعلیم — ″ منشی ضمیر خان صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ عبداللہ خان صاحب
سیکرٹری ضیافت — ″ رحمت خان صاحب

جماعت احمدیہ کرڈاپلی ضلع کٹک (اڑیسہ)

پریذیڈنٹ — مکرم شیخ قمر علی صاحب دلبہرہ
جنرل سیکرٹری و سیکرٹری مال — ″ محمد صدیق صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ شیخ نعیم صاحب
سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — ″ عبدالباری خان صاحب
سیکرٹری ضیافت — ″ شیخ عبدالشکور صاحب
سیکرٹری تعلیم — ″ شیخ عبدالحمید صاحب
سیکرٹری تحریک جدید — ″ دادر محمد صاحب

جماعت احمدیہ روڑکلہ ضلع سندر گڑھ (اڑیسہ)

صدر — مکرم بقاء الرحمٰن صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ صوبیدار شفیق الدین خان صاحب
سیکرٹری مال — ″ شریف احمد خان صاحب

جماعت احمدیہ مرکرہ (کورگ۔ میسور)

صدر — مکرم بی۔ ایچ۔ اسمٰعیل صاحب
سیکرٹری مال و سیکرٹری امور عامہ۔ سیکرٹری تحریک جدید و سیکرٹری وقف جدید — مکرم ایم۔ عبید اللہ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ایل
نائب صدر — مکرم پی۔ کے۔ عمر صاحب۔

سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — مکرم جی۔ ایس۔ احمد صاحب
آڈیٹر — ″ جی۔ ایس فخرالدین صاحب

جماعت احمدیہ پیرلہ (کیرالہ)

پریذیڈنٹ — کرم پی۔ پی۔ عالی کٹی صاحب
سیکرٹری مال و امام الصلوٰۃ — ″ پی۔ ایم۔ بیران صاحب
سیکرٹری تعلیم و سیکرٹری امور عامہ — ″ ابراہیم صاحب
سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — ″ کے کنجی محی الدین صاحب

جماعت احمدیہ کپنی پورہ ضلع اننت ناگ (کشمیر)

صدر و آڈیٹر — مکرم مبارک احمد صاحب ظفر بی۔ اے
نائب صدر — ″ غلام محمد صاحب ڈار
سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت و سیکرٹری تعلیم — ″ غلام احمد صاحب قوال
سیکرٹری امور عامہ و خارجہ — ″ ماسٹر نذیر احمد صاحب لون
سیکرٹری مال — ″ غلام نبی صاحب پڈر
سیکرٹری تحریک جدید و سیکرٹری وقف جدید — ″ مبارک احمد صاحب پڈر
امین — ″ عبدالغنی صاحب پڈر
امام الصلوٰۃ — ″ ولی محمد صاحب پڈر
قاضی — ″ عبدالغنی صاحب لون۔

جماعت احمدیہ بھدرواہ ضلع ڈودہ (کشمیر)

صدر — مکرم منشی محمد عبداللہ صاحب منڈاشی
نائب صدر و سیکرٹری ضیافت — مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب
سیکرٹری مال — ″ عبدالرحمٰن خان صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ ماسٹر رحمت اللہ صاحب ٹیچر۔
سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — ″ خواجہ عبدالغنی صاحب میر
سیکرٹری تعلیم — ″ منشی عبدالغفار صاحب گناؤ۔
امام الصلوٰۃ — ″ ماسٹر عبدالرزاق صاحب منڈاشی ٹیچر۔

جماعت احمدیہ بڈھانوں ضلع راجوری (پونچھ۔ کشمیر)

صدر و امام الصلوٰۃ و سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ و تربیت — مکرم خواجہ فضل حسین صاحب
نائب صدر — مکرم حاجی طالب حسین صاحب قمر
سیکرٹری تعلیم — ″ عبدالعزیز صاحب بشیر
سیکرٹری مال — ″ غلام نبی صاحب
سیکرٹری امور عامہ — ″ محمد عبداللہ صاحب شاکر

پروگرام دورہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر انسپکٹر بیت المال!

برائے جماعت ہائے احمدیہ یو۔پی

مندرجہ ذیل جماعت ہائے احمدیہ صوبہ یو۔پی کی اطلاع کے لئے تحریر ہے کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب نیّر انسپکٹر بیت المال مورخہ ۱/۷ سے مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق دورہ فرما رہے ہیں۔ عہدیداران جماعت سے درخواست ہے کہ پڑتال حسابات و وصولی چندہ جات کے سلسلہ میں انسپکٹر صاحب موصوف کے ساتھ کماحقہ تعاون فرماتے ہوئے عنداللہ ماجور ہوں۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

نمبر شمار	نام جماعت	تاریخ رسیدگی	قیام	تاریخ روانگی
۱	قادیان	-	-	۱ - ۷ - ۷۱
۲	رڑکی۔ پُر قاضی۔ مظفر نگر	۲ - ۷ - ۷۱	۲	۴ - ۷ - ۷۱
۳	انبیٹہ	۴	۱	۵
۴	دہلی	۶	۲	۸
۵	امروہہ	۹	۲	۱۱
۶	سردار نگر	۱۱	۱	۱۲
۷	بریلی	۱۲	۱	۱۳
۸	ساندھن	۱۴	۲	۱۶
۹	نگلہ گھنو	۱۶	۱	۱۷
۱۰	مسکرا موودھا	۱۸	۲	۲۰

نوٹ:— مندرجہ بالا پروگرام کے علاوہ کسی جماعت میں ان کا جانا ضروری ہو تو وہ خود نظارت ہذا کی ہدایت کے مطابق جماعت متعلقہ کو مطلع فرما دیں گے۔

ہر قسم کے پُرزے

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ہر ماڈل کے ٹرکوں اور گاڑیوں کے ہر قسم کے پُرزہ جات کے لئے آپ ہماری خدمات حاصل کریں۔

کوالٹی اعلیٰ —— نرخ واجبی

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگولین کلکتہ نمبر ۱

Auto Traders 16 Mangoe Lane Calcutta-1

تار کا پتہ "AUTOCENTRE" ٹیلیفون نمبرز 23—1652 / 23—5222